ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

31

www.tanzeem.org

30 جولائی تا 5 اگست 2013ء/ 20 تا 26 رمضان المبارک 1434ھ

اس شمارے میں

بھارت سے تعلقات! لیکن......

جنت کی طرف مسابقت کی ترغیب

دلِ بیدار پیدا کر

رمضان المبارک کے حوالے سے حدوداللہ کا تحفظ

صہیونی ونصرانی خیرسگالی کا پہلا تحفہ

ممبئی حملے اور بھارت کا مکروہ چہرہ

شیخ سعدی شیرازیؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

روزہ اور ضبطِ نفس

انسان کی حقیقی کامیابی اس میں پوشیدہ ہے کہ اس کی خواہش نفس اور ہوس عقل کے تابع ہو، اور نفس حیوانی روح انسانی کی اطاعت کرے۔ لیکن اگر خواہشات وشہوات نفسانی زیادہ قوی ہوں تو وہ روح کے تقاضوں کی تکمیل میں مانع ہوتے ہیں، اس لیے ان خواہشات کو مغلوب کرنا اور قابو میں رکھنا ناگزیر ہے۔ ان خواہشات نفس کو غالب کرنے والے اسباب میں سب سے زیادہ قوی اسباب کھانا پینا اور شہوانی لذتوں میں انہماک ہیں۔ اس لیے ان خواہشات نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ان چیزوں کو کم کیا جائے۔ اسی لیے وہ تمام لوگ جو روحانی بلندیوں کا حصول چاہتے ہیں، وہ کسی بھی مذہب کے پیرو ہوں اور کسی بھی ملک کے رہنے والے ہوں، اس بات پر متفق ہیں کہ اس مقصد کے حصول کی بہترین تدبیر کھانے پینے اور لذت شہوانی میں انہماک کو کم کرنا ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ نفس کی خواہشات روحانی وجود کی تابع ہو جائیں، اور صبغۃ اللہ میں رنگ جائیں۔ روح، جسم کے تقاضوں اور خواہشات سے آزادی حاصل کرلے۔ اس کا راستہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ روح ایک عمل کا مطالبہ نفس سے کرے، اور اس سے اطاعت کرائے، اسے سرکشی نہ کرنے دے۔ پھر بار بار یہی عمل دہرایا جائے، حتیٰ کہ روح کی اطاعت کرنا نفس کی عادت بن جائے۔ مثلاً اکل وشرب اور شہوت جیسی چیزوں کو ترک کرنے کا مطالبہ، جن کی خواہش نفس کرتا ہے اور جن سے اسے لذت حاصل ہوتی ہے۔ یہی روزہ ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ

شاہ ولی اللہؒ

الھدیٰ (573)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃ اِبْرٰھِیْم

(آیات: 15 تا 17)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنۡ وَّرَآئِہٖ جَہَنَّمُ وَیُسۡقٰی مِنۡ مَّآءٍ صَدِیۡدٍ ﴿۱۶﴾ یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیۡغُہٗ وَیَاۡتِیۡہِ الۡمَوۡتُ مِنۡ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا ہُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیۡظٌ ﴿۱۷﴾

آیت ۱۵ ﴿وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ﴿۱۵﴾﴾ ’’اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور نامراد ہو کر رہا ہر سرکش ضدی۔‘‘

جو لوگ کفر و شرک پر ڈٹے رہتے وہ اس بات پر بھی اپنے رسولؑ سے اصرار کرتے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آخری فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ پھر جب اللہ کی طرف سے وہ آخری فیصلہ عذابِ استیصال کی صورت میں آتا تو اس کے نتیجے میں سرکش اور ہٹ دھرم قوم کو نیست و نابود کر دیا جاتا۔ ایسے منکرین حق کی تباہی و بربادی کا نقشہ قرآن حکیم میں اس طرح کھینچا گیا ہے: ﴿کَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡہَا ۚ﴾ (الاعراف: ۹۲) ’’وہ ایسے ہو گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں‘‘ اور ﴿فَاَصۡبَحُوۡا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُہُمۡ ؕ﴾ (الاحقاف: ۲۵) یعنی وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے دیار و امصار میں صرف اُن کے محلات و مساکن ہی نظر آتے تھے جبکہ اُن کے مکینوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اور یہ سب کچھ تو ان لوگوں کے ساتھ اس دنیا میں ہوا' جبکہ آخرت کی بڑی سزا اُس کے علاوہ ہے جس کو جھیلتے ہوئے ان میں سے ہر ایک سرکش ضدی اس طرح نشانِ عبرت بنے گا:

آیت ۱۶ ﴿مِّنۡ وَّرَآئِہٖ جَہَنَّمُ وَیُسۡقٰی مِنۡ مَّآءٍ صَدِیۡدٍ ﴿۱۶﴾﴾ ’’اُس کے پیچھے جہنم ہے اور اس کو پلایا جائے گا پیپ والا پانی۔‘‘

آیت ۱۷ ﴿یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیۡغُہٗ﴾ ’’وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پینے کی کوشش کرے گا لیکن اسے حلق سے اتار نہیں پائے گا‘‘

﴿وَیَاۡتِیۡہِ الۡمَوۡتُ مِنۡ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا ہُوَ بِمَیِّتٍ ؕ﴾ ’’اور اُسے ہر طرف سے موت (آتی ہوئی نظر) آئے گی لیکن مر نہیں سکے گا۔‘‘

شدید تکلیف میں موت انسان کو راحت پہنچا دیتی ہے۔ بعض بیمار ایسے ہوتے ہیں کہ تکلیف کی شدت میں ایڑیاں رگڑ رہے ہوتے ہیں اور موت ان کے لیے راحت کا سامان بن جاتی ہے۔ لیکن جہنم ایسی جگہ ہے کہ جہاں انسان کو موت نہیں آئے گی۔ سورۂ طٰہٰ میں اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ﴿لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی ﴿۷۴﴾﴾ ’’نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جی پائے گا‘‘۔ اہل جہنم شدید خواہش کریں گے کہ موت آ جائے اور ان کا قصہ تمام ہو جائے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہو گی۔

﴿وَمِنۡ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیۡظٌ ﴿۱۷﴾﴾ ’’اور اس کے بعد اُس کے لیے ایک اور سخت عذاب ہوگا۔‘‘ یعنی اس سختی میں مسلسل اضافہ ہوتا جائے گا' عذاب کی شدت درجہ بدرجہ بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

فرمان نبویؐ

• ڑا کی شکل میں خرچ یں

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ اَنۡفَقَ زَوۡجَیۡنِ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ نُوۡدِیَ مِنۡ اَبۡوَابِ الۡجَنَّۃِ: یَا عَبۡدَاللّٰہِ ہٰذَا خَیۡرٌ فَمَنۡ کَانَ مِنۡ اَہۡلِ الصَّلٰوۃِ دُعِیَ مِنۡ بَابِ الصَّلٰوۃِ، وَمَنۡ کَانَ وَمِنۡ اَہۡلِ الۡجِہَادِ دُعِیَ مِنۡ بَابِ الۡجِہَادِ وَمَنۡ کَانَ مِنۡ اَہۡلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنۡ بَابِ الرَّیَّانِ، وَمَنۡ کَانَ مِنۡ اَہۡلِ الصَّدَقَۃِ دُعِیَ مِنۡ بَابِ الصَّدَقَۃِ،)) قَالَ اَبُوۡبَکۡرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ بِاَبِیۡ اَنۡتَ وَاُمِّیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ مَا عَلٰی مَنۡ دُعِیَ مِنۡ تِلۡکَ الۡاَبۡوَابِ مِنۡ ضَرُوۡرَۃٍ فَہَلۡ یُدۡعٰی اَحَدٌ مِّنۡ تِلۡکَ الۡاَبۡوٰبِ کُلِّہَا؟ فَقَالَ: ((نَعَمۡ وَاَرۡجُوۡ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنۡہُمۡ))! (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ کے راستہ میں جوڑے کی شکل میں کچھ خرچ کرے گا (مثلاً، دو، چار وغیرہ) تو اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے تیرا یہ عمل خیر میں شمار ہوا، اگر وہ اہل صلوٰۃ میں سے ہے تو باب صلوٰۃ سے پکارا جائے گا، اہل جہاد میں سے ہے تو باب جہاد سے ندا دی جائے گی، روزہ داروں میں سے ہے تو باب ریان سے پکارا جائے گا اور اہل صدقہ کو باب الصدقہ سے آواز دی جائے گی!‘‘ اس وقت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں ایسے بھی ہوں گے اور مجھے امید ہے تم بھی ان میں سے ہو گے۔‘‘

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

30 جولائی تا 5 اگست 2013ء — جلد 22
20 تا 26 رمضان المبارک 1434ھ — شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بھارت سے تعلقات! لیکن......

جب سے نئی حکومت آئی ہے ایک مخصوص طبقہ بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے لیے بڑا سرگرم ہے۔ یہ لوگ انتہائی قلیل ہونے کے باوجود مؤثر اس لیے نظر آتے ہیں کہ میڈیا پر قابض ہیں۔ میڈیا کا ایک بڑا گروپ اس مہم کا روحِ رواں ہے۔ اخبارات میں جھوٹے اور ناقص عوامی سروے کے اشتہار شائع کروائے جا رہے ہیں۔ ان عناصر کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ جب کوئی روک ٹوک کرے تو فوراً یہ کہہ کر حملہ آور ہو جاتے ہیں ''تو آپ کیا بھارت سے جنگ چاہتے ہیں۔ جنگوں سے پہلے کیا حاصل ہوا''۔ سوال یہ ہے کہ کیا شدید اظہارِ محبت اور یک جان دو قالب ہونے کی باتیں (اور وہ بھی یکطرفہ) یا جنگ، یہی دو راستے ہیں؟ کیا کوئی بیچ کا راستہ نہیں ہے؟ کیا پاکستان اور بھارت دو ایسے ہمسایوں کی طرح، جن میں اختلافات ہیں، اپنے اختلافات کو قائم رکھتے ہوئے باوقار انداز میں نہیں رہ سکتے؟ اپنے اپنے اصولی موقف پر قائم رہتے ہوئے۔ کیا ہمارا یہ موقف غلط تھا کہ بھارت سے اس وقت تک تجارت نہیں ہو سکتی جب تک مسئلہ کشمیر باعزت طریقے سے حل نہ ہو جائے۔ پھر یہ کہ پرویز مشرف دور سے جب سے ہم نے بھارت سے تجارت شروع کی ہے، کیا کسی ایک سال کے لیے بھی تجارت کا توازن ہمارے حق میں رہا۔ اس وقت پاکستان میں جو لابی بھارت کے حق میں سرگرم ہے وہ تجارت سے کہیں آگے جانے کو تیار ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس لابی کے اصلی عزائم قارئین کے سامنے رکھیں، یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم نے آغاز میں جو اس حوالہ سے نئی حکومت کا ذکر کیا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اگرچہ نئی حکومت بھی بھارت سے اچھے تعلقات کی قائل ہے اور ضرورت سے زیادہ اچھے تعلقات کی قائل ہے لیکن اس مذکورہ لابی کے عزائم اور خواہشات بالکل مختلف ہیں۔ یہ لابی حکومتی رخ کا بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں سیکولر اور آزاد خیال طبقات امریکہ کی افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں شکست پر پہلے ہی بہت پریشان تھے۔ اب جوں جوں 2014ء قریب آ رہا ہے انہیں رات کو خواب میں بھی طالبان ہی نظر آتے ہیں۔ امریکہ کا یہ اعلان کہ وہ اس آپشن پر بھی غور کر سکتا ہے کہ وہ افغانستان سے مکمل طور پر انخلاء کر کے واپس چلا جائے اگرچہ ہماری نظر میں محض حامد کرزئی کے لیے ایک دھمکی ہے لیکن ہمارے ہاں کے اسلام مخالف لوگوں کے پران چھوٹ گئے (یعنی وہ انتہائی خوفزدہ ہو گئے ہیں) اس لیے کہ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ طالبان اگر اب افغانستان میں برسرِ اقتدار آتے ہیں تو وہ مختصر عرصہ کے لیے نہیں آئیں گے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے نظریات کے حوالہ سے پاکستان پر اثر انداز نہ ہوں۔ طالبان کا خوف انہیں بھارت کی طرف دھکیل رہا ہے۔ گویا وہ اسلام سے اس قدر الرجک ہیں اور صحیح تر الفاظ میں اس قدر خوفزدہ ہیں کہ وہ پاکستان میں بھارتی غلبے کی پناہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر پاکستان اور بھارت کے تعلقات اس سطح پر آ جائیں کہ یہ لکیریں بے معنی ہو جائیں تو اس سے بھارتی اثر و رسوخ بڑھ جائے گا اور بھارتی کلچر اور بھارت سے تجارت اتنی غالب آ جائے گی کہ طالبان کے نظریات در اندازی نہیں کر سکیں گے، پھر ہماری آزادیاں مزید رنگ دکھائیں گی۔

جہاں تک حکومت کا بھارت سے محبت کا معاملہ ہے اس کی وجوہات بالکل مختلف ہیں۔ حقیقت میں میاں محمد نواز شریف ابھی تک اکتوبر 1999ء کے سانحہ کو بھلا نہیں پا رہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی یا بٹھا دی گئی ہے کہ فوج نے مسئلہ کشمیر وغیرہ کو اپنی قوت اور اثر و رسوخ بڑھانے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور اس

حاصل کردہ قوت کو وہ سیاست دانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور سیاسی حکومتیں ختم کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا بھارت دشمنی کا معاملہ اگر سرے سے ختم ہی کر دیا جائے تو فوج کے پاس قوت حاصل کرنے کا اور ایک انتہائی قوت والا ہونے کا جواز ختم ہو جائے گا۔ میاں صاحب اب سمجھتے ہیں کہ بھارت ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں، فوج نے اسے خواہ مخواہ ہوا بنایا ہوا ہے، اور فوجی جرنیل سیاست دانوں اور سیاسی حکومتوں کو بلیک میل کرنے کے لیے بھارت کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا حل صرف یہ ہے کہ بھارت سے تمام اختلافات اور تنازعات کو ایک طرف رکھتے ہوئے پکی اور گاڑھی دوستی کی جائے، تاکہ فوج اس حوالہ سے بلیک میل نہ کر سکے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ میاں نواز شریف اس حوالہ سے ذہنی طور پر عدم توازن کا شکار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں صاحب کا سیاسی جنم فوجی دور حکومت میں ہی ہوا تھا۔ جنرل غلام جیلانی انہیں سیاست میں لائے، جنرل ضیاء الحق کے وہ منظور نظر بنے۔ اس دور میں اور بہت عرصہ بعد تک وہ فوج کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر سیاست کرتے رہے جو ہماری نظر میں غلط تھا۔ تب میاں صاحب ایک انتہا پر تھے، اب میاں صاحب بالکل دوسری انتہا پر ہیں اور فوج کو ملکی معاملات سے بالکل الگ تھلگ کر دینا چاہتے ہیں جو دنیا میں کہیں بھی نہیں ہے۔ امریکہ میں پینٹاگون کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ بھارتی جرنیلوں نے راجیو گاندھی کو سیاچن کے طے شدہ معاہدے پر دستخط کرنے سے روک دیا، وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ اصولی طور پر آخری اور فیصلہ کرنے کا حق سیاسی حکومت ہی کو ہوتا ہے اور ہونا چاہیے لیکن فوج ہر جگہ کسی نہ کسی سطح پر اثر انداز ہوتی ہے۔

ہمیں یہ سب کچھ اس لیے لکھنا پڑا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ سیکولر اور اسلام دشمن لوگ اس وقت میاں صاحب کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کے لیے میاں صاحب کے بھارت کی طرف رجحان کو استعمال کر رہے ہیں۔ اسی لیے آج کل الیکٹرانک میڈیا پر یہ عناصر فوج کو بے نقط سناتے ہیں بلکہ باقاعدہ گالیاں دیتے ہیں کیونکہ وہ فوج کو واحد ادارہ سمجھتے ہیں جو بھارت کی طرف اندھا دھند اور ضرر رساں جھکاؤ کے راستے میں حائل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ماضی میں ہماری فوج سے ہمالائی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ انہوں نے سیاست میں مداخلت کر کے اور حکومت پر قبضہ کر کے نہ صرف ملک وقوم بلکہ خود اپنے ادارے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ فوج خصوصاً جرنیلوں کو اپنے ذہنوں سے یہ بات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھرچ دینی چاہیے کہ انہیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسری طرف حکومت، میڈیا اور سول سوسائٹی کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے کہ فوج کی مضبوطی اور استحکام ملکی تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔ گزشتہ چھیاسٹھ سالوں کے حالات اور واقعات اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ بھارت ہمارا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔ ہم کسی طرح بھی جنگ و جدل کے حق میں نہیں لیکن ہم بھارت سے کئی مرتبہ ڈسے جا چکے ہیں۔ اب ہمیں اس سے تعلقات کے حوالہ سے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔

پریس ریلیز 26 جولائی 2013ء — **حافظ عاکف سعید**

دنیا کو عادلانہ نظام صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کر سکتا ہے

سرمایہ داریت سرمایہ داروں کا وضع کردہ نظام ہے، جس کے ذریعے سرمایہ دار انسانوں کے خون پسینے کی کمائی کو سود کے ذریعے ہڑپ کر رہا ہے

ہمارے تمام مسائل کا حل اسلام کے نظام عدل میں ہے۔ اس کے بغیر ہم مسائل اور مصائب کے گرداب سے نہیں نکل سکتے

لاہور (پ ر) اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے رسول بھیجے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ آسمانی ہدایت کی روشنی میں زندگی گزاریں اور میزان یعنی شریعت کے عادلانہ نظام کو اپنا کر عدل و قسط پر قائم رہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ سورۃ الحدید کی آیت 25 پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دنیا کو عادلانہ نظام صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا کر سکتا ہے، جو کل نوع انسانی کی جملہ ضروریات کو جانتا ہے۔ اس کے برعکس انسان خود کل نوع انسانی کے لیے کبھی عادلانہ نظام وضع نہیں کر سکتا۔ جب بھی کوئی انسانی گروہ نظام وضع کرے گا، اُس میں اپنے ہی مفادات کو مقدم رکھے گا۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اس کی نمایاں مثال ہے۔ یہ نظام سرمایہ داروں کا وضع کردہ ہے، جس کے ذریعے سرمایہ دار انسانوں کے خون پسینے کی کمائی کو سود کے ذریعے ہڑپ کر رہا ہے، اور نوع انسانی کی عظیم اکثریت سودی نظام کے خونی شکنجے میں کراہ رہی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے نہ صرف نوع انسانی کو عظیم الشان عادلانہ نظام عطا فرمایا بلکہ آپ ؐ نے اس نظام کو بالفعل قائم کر کے دکھا دیا۔ یہ نظام سرمایہ داریت کی موت ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کا ''قصور'' یہ تھا کہ وہ اسلام کے نظام عدل کے قیام کے لیے کوشاں تھے۔ کافر طاقتیں اور مراعات یافتہ طبقات اسلامی خلافت سے خوفزدہ ہیں۔ اس لیے سرمایہ دارانہ استحصالی کفریہ قوتوں نے اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لیے افغانستان پر یلغار کر دی۔ یہ لوگ اسلام کے عادلانہ نظام کا قیام کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طبقات کی سرکوبی کے لیے لوہا اتارا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل اسلام کے نظام عدل میں ہے۔ اس کے بغیر ہم مسائل اور مصائب کے گرداب سے نہیں نکل سکتے۔

جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی

جنت کی طرف مسابقت اور تسلیم و رضا کی ترغیب

سورۃ الحدید کی آیات 21 تا24 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کے 19 جولائی 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ الحدید کے تیسرے رکوع کی تین آیات 21 تا24 تلاوت کی ہیں۔ پیچھے (آیت 20 میں) دنیوی زندگی کی حقیقت اور بے ثباتی کا بیان تھا۔ اب اصل زندگی آخرت کے حوالے سے جنت کی طرف مسابقت اور رضائے رب پر راضی رہنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (21)﴾

’’(بندو) لپکو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف)۔ جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔ اور جو اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت سمجھ آ گئی اور آخرت منزل مقصود بن گئی ہے تو آخرت بنانے کے لئے دوڑ لگاؤ۔ دنیا میں جو مہلت عمل ملی ہے، اُس سے فائدہ اُٹھاؤ اور آخرت کو سنوارنے کی جدوجہد کرو۔ دنیا، جو دھوکے کا سامان ہے، اِس کے چکر میں نہ آؤ۔ تمہاری اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اُس کو سنوارنے کے لئے محنت کرو۔ تم دنیا میں مقابلہ کی بجائے آخرت بنانے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرو۔ اللہ سے مغفرت کے حصول اور اُس جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، جس کا عرض آسمان اور زمین جیسا ہے--- آج ہر طرف دنیا پرستی کی آگ بھڑک رہی ہیں۔ اِس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ تمہاری زندگی یہی زندگی ہے، اِس کو بہتر بنانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لاؤ، اِس کو پُر آسائش بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا دو، (معاذ اللہ) جائز و ناجائز، حلال و حرام کے تصورات سے پیچھا چھڑاؤ۔ تمہارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ تم بڑے رقبے اور جائیداد کے مالک بن جاؤ۔ کئی کئی کنال رقبے پر محیط تمہاری شاہانہ رہائش ہونی چاہیے، تاکہ ایلیٹ کلاس میں شامل ہو سکو۔ اِس کے برعکس اللہ کی کتاب ہمیں بتا رہی ہے کہ تمہاری منزل دنیا نہیں، آخرت ہے، لہٰذا اصل کامیابی دنیا میں آسائشوں کا حصول نہیں، جنت حاصل کرنا ہے، وہ جنت کہ جسے اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

ہر صاحب ایمان شخص جنت تک پہنچ سکتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے سعی کرے، راہ اطاعت پر گامزن ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’ہر بندۂ مومن جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے کہ جو خود انکار کر دے۔‘‘ اس سے زیادہ خوبصورت انداز سمجھانے کا نہیں ہو سکتا جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ آپ ؐ معلم کامل ہیں، آپ ؐ راہنمائے کامل، رسول کامل، امام کامل اور عبد کامل ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ حضور ﷺ کون ایسا (بدبخت) ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کرے گا؟ تو آپ ؐ نے فرمایا: ’’جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی (یعنی میری اطاعت کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کیا) اس نے خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔‘‘ آسمانی ہدایت کا خلاصہ جس سے آج کے دانشور بدکتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔ دین نام ہی رسول ﷺ کی اطاعت کا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کا حاصل ہی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کی جائے۔ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔ چنانچہ اگر دنیا کی حقیقت سمجھ میں آ گئی ہے تو پھر زندگی اس جنت کے حصول کے ہدف کو سامنے رکھ کر گزارو اور آخرت کی کامیابی کے لیے بھرپور محنت کرو۔ اس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت والا راستہ اختیار کرو، آپ ؐ کی سنت اور طریق زندگی کو اپناؤ، آپ ؐ کے نقش قدم پر چلو۔ جو ترجیحات آپ ؐ نے معین قائم فرمائی ہیں انہی کو اپنی ترجیح بناؤ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اس راستے پر چلنے میں ایک نفسیاتی رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے۔ فرض کریں، ایک شخص کی سمجھ میں آ گیا کہ مجھے ساری محنت آخرت کے لئے کرنی چاہیے کہ جو اصل زندگی ہے، لیکن اس کے ذہن میں یہ کھٹکا بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر دنیا کی طرف سے غافل ہو جاؤں گا تو پھر کھاؤں گا کہاں سے، اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کر دیا تو بڑھاپے میں میرا کیا بنے گا۔ اولاد کو بھی اونچے مقامات پر پہنچانا ہے، اس کا کیا بنے گا۔ پھر اگر اللہ کی راہ میں نکلوں گا، تو کوئی مشکل اور سختی بھی آ سکتی ہے جان کو بھی خطرہ ہوگا، لہٰذا گھر کے اندر عافیت سے رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس کھٹکے کے ازالہ کے لیے فرمایا:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ﴾

’’کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔‘‘

دنیا میں جو بھی حوادث پیش آتے ہیں جن سے انسان گھبراتا اور پریشان ہوتا ہے، خواہ وہ کاروبار میں نقصان کی صورت میں ہوں یا بیماری کی صورت میں، یا کسی عزیز کی وفات کی صورت میں یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے۔ وہ کتاب اللہ کا علم قدیم ہے۔ دنیا میں اگرچہ ہر شے اپنے وقت پر ظاہر ہوگی لیکن اللہ کے علم قدیم میں وہ ازل سے موجود ہے۔ اللہ کا علم کامل ہے، ہمارے

علم کی طرح محدودیت کا شکار نہیں ہے۔ ہمیں تو کُل کا علم نہیں، بلکہ یہ پتا بھی نہیں کہ اگلے لمحے کیا ہو جائے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ بکل شیٍ علیم ہے۔ وہ ماضی سے بھی باخبر ہے، حال کو بھی جانتا ہے اور مستقبل پر بھی اس کی نظر ہے۔ وہ ہر چیز کا کامل احاطہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کے علم قدیم کا ذکر سورۃ الانعام میں اس طرح آیا ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹)﴾ ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔''

یہ اپنی جگہ ایک مضمون ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے یا کچھ اور لوگوں کو بھی ہے۔ اس طویل بحث کو مختصراً یوں سمجھ لیجیے کہ کُل غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو بھی کُل غیب کا علم ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ یہی شرک ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب کا کچھ علم عطا کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے مقابلے میں انسانوں کو جو علم دیا گیا، وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر میں ایک قطرہ پانی، بلکہ اس سے بھی کم۔ اللہ کا علم کامل ہر چیز کو محیط ہے۔ اس زمین پر ایک درخت کے ہزاروں لاکھوں پتوں میں سے ایک پتا بھی نہیں گرتا، مگر وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ اسی طرح جو بیج زمین کی پہنائیوں کے اندر جذب ہو جاتے ہیں، وہ بھی اللہ کے علم میں ہیں۔ اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون سا بیج کس جگہ گرا ہے، اور اس وقت کتنی گہرائی کے اندر ہے۔ کوئی شے اُس کے علم کامل سے باہر نہیں ہے۔ ہر چیز ایک واضح کتاب میں درج ہے، اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ سورۃ التغابن میں فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۴)﴾ ''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے۔ اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔''

زیرِ بیان آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''بے شک یہ کام اللہ کو آسان ہے۔''

تمہیں تو یہ بات بڑی مشکل معلوم ہو گی کہ یہ ساری چیزیں ہی کسی کے علم میں موجود ہوں۔ لیکن یہ اللہ کی بات ہو رہی ہے۔ تم اللہ کے علم کو اپنے علم پر قیاس نہ کرو۔ اس کا علم، اس کی قدرت، اس کی مشیت، اس کا ارادہ، وہ سب لامحدود ہیں۔

اللہ کے علم کامل پر ایمان کا نتیجہ کیا نکلنا چاہیے؟ فرمایا:

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ (۲۳)﴾

''تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔''

بندۂ مومن یہ یقین رکھے کہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہو رہا ہے، لہٰذا اگر میرا نقصان ہوا تو اس کے اذن سے ہوا، از خود تو نہیں ہو گیا۔ اور جو ہوا ہے وہ پہلے سے طے شدہ تھا، اللہ کے علم میں تھا، اس کو میں روک نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا جو ہوا سر تسلیم خم ہے۔ میں جنگ کے لیے، جہاد اور قتال کے لیے باہر نہ بھی نکلوں، اگر میری موت سڑک پر طے ہے تو کوئی آئے گا اور مجھے قتل کر کے چلا جائے گا۔ مؤمن کی کیفیت تو یہ ہونی چاہیے کہ: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ﴾ ''نہیں آن پڑتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے' اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے''۔ مؤمن یہ یقین رکھتا ہے کہ جو بھی تکلیف آتی ہے اللہ کے اذن سے آتی ہے۔ چنانچہ وہ مطمئن رہتا ہے کہ اللہ کی مرضی یہی تھی، اللہ کا فیصلہ یہی تھا۔ اسی میں میرے لیے خیر ہو گا' چاہے وہ خیر مجھے نظر آئے یا نہ آئے! یہاں بتایا جا رہا ہے کہ تکالیف و مصائب انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ انسان اگر کسی جدوجہد میں حصہ لیے بغیر passive زندگی بسر کر رہا ہو تب بھی ان سے سابقہ پیش آ سکتا ہے۔ آدمی کو ہارٹ اٹیک ہو سکتا ہے' کینسر ہو سکتا ہے' کوئی اور مصیبت آ سکتی ہے' کوئی حادثہ ہو سکتا ہے' اور اس طرح اس کی جان جا سکتی ہے۔ یہ جان تو ہر حال میں جانی ہی ہے اور مصیبتوں سے بچنے کی یہاں پر کسی کے پاس کوئی ضمانت نہیں ہے' تو کیوں نہ انسان کسی اعلیٰ تر نصب العین کے لیے اپنی زندگی actively کھپائے اور اس کے لیے فی الواقع خطرات کا رسک لے، اور اس راہ میں آنے والی مشکلات پر کبیدۂ خاطر نہ ہو بلکہ ہر حال میں رضائے رب پر راضی رہے۔ کسی چیونٹی کے کاٹنے پر آپ کے ہاتھ میں جنبش ہوئی اور آپ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا کہ یہ کیا ہوا' یہ reflex action ہے۔ اس درجے میں انسان پر کسی شے کا کوئی فوری ردِعمل طاری ہو جائے تو یہ بات تسلیم و رضا کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ آنحضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب عالم نزع میں تھے تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال بھی کیا کہ حضور ﷺ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی اُس رحمت کا ظہور ہے جو اُس نے انسان کے دل میں رکھی ہوئی ہے' لیکن ہم کہیں گے وہی کچھ جو اللہ کو پسند ہے' ہم اُس کی رضا پر راضی ہیں۔ یہ تسلیم و رضا کا مقام ہے' یعنی راضی برضائے رب رہنا۔ کوئی شکوہ اور شکایت کا کلمہ زبان پر نہ آئے۔

رضائے حق پہ راضی رہ' یہ حرفِ آرزو کیسا؟
خدا مالک' خدا خالق' خدا کا حکم' تو کیسا!!

اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا معاملہ درحقیقت ایمان کے ثمرات میں سے چوٹی کا ثمرہ ہے۔ اگر کوئی تکلیف آئی ہے تو اس کا طبعی اثر تو یقیناً ہو گا' لیکن اس سے زیادہ آپ کے اعصاب پر اور آپ کے احساسات پر اس کی چھاپ نہ پڑنے پائے۔ آپ کا طرزِ عمل یہ ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس سے یقیناً اللہ کو کوئی نہ کوئی خیر ہی منظور ہو گا۔ ہم short sighted ہیں' ہم نہیں دیکھ سکتے۔ دعائے استخارہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ الفاظ سکھائے ہیں: فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ''یقیناً تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا'' وَتَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ''تجھے ہر شے کی قدرت حاصل ہے' مجھے قدرت حاصل نہیں ہے''۔ جو بھی تیرا فیصلہ ہے میں اُس پر راضی ہوں ع ''ہر کہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است!'' جو بھی کچھ میرے ساقی نے میرے پیالے میں ڈال دیا ہے وہ عین اس کا لطف و کرم ہے۔ اس کو انسان صبر و شکر کے ساتھ قبول کرے۔ مومن کو زیبا نہیں کہ کسی مصیبت اور نقصان پر غم کھائے۔ اُسے یہ یقین ہو کہ میرا رب مجھ سے بڑھ کر میرا خیر خواہ ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی کرے گا وہ میرے لیے بہتر ہے۔ اسی کو مقام رضا کہتے ہیں اور اولیاء اللہ اسی مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۶۲)﴾ (سورۃ یونس) ''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کیا

کرو کی تلقین کے ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دے دی گئی کہ:

﴿وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ (۲۳)﴾

''اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جایا کرو اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔''

دنیا میں اگر مال ملا ہے، تو یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اگرچہ مال رحمت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے جبکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ لیکن عام طور پر یہ آدمی کو غافل کر دیتا ہے۔ انسان اُس پر اتراتا اور تکبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ذرا مال آیا نہیں اور قارونی ذہنیت بن گئی۔ چال، لب ولہجہ دوستوں سے ملنے کے انداز اور بدل گئے۔ یہ رویہ کم ظرفی، غفلت، لاعلمی اور جہالت کی علامت ہے۔ دنیا میں فقرو فاقہ کی کیفیت بھی آزمائش کے لئے ہوتی ہے اور تونگری اور مالداری بھی امتحان کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو حالتوں میں بندے کو آزماتا ہے لیکن جو شخص اس حقیقت کو نہ سمجھ رہا ہو اُسے تھوڑا سا مال بھی ملے تو وہ قارون بن جاتا ہے۔ کچھ اختیار ہاتھ میں آجائے تو فرعون بن جاتا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس رویہ سے اجتناب کرو۔ اگر مال ملا ہے تو اُس پر اکڑنے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرو۔ شکر کے عمل تقاضوں کو پورا کرے۔ شاہانہ ومتکبرانہ انداز اللہ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کا سخت ترین غضب برستا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر اور تکبر ہوگا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔ آدمی کی چال ڈھال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے' یہ کسی زعم میں ہے' اونچی ہواؤں میں ہے' اس کو کوئی غرور ہے۔ تو یہ اختیال ہے۔ اور فخر وہی لفظ ہے جو ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ''تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ''۔ یہ فخر کرنا رنگ ونسل پر ہے' حسب ونسب پر ہے' مال پر ہے' علم پر ہے' زہد وتقویٰ پر ہے۔ پھر اس کو بیان کرتے رہنا' اس کا اظہار کرنا' اللہ کو یہ چیزیں بالکل پسند نہیں ہیں۔

﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ﴾

''جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں۔''

یہ آیت دراصل اس طرز عمل اور اس ذہنیت کا منطقی نتیجہ بیان کر رہی ہے۔ اگر دنیا میں انسان کو نعمتیں ملی ہیں تو ان پر فرح' پھر اختیال اور اس کے بعد فخر' یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ انسان کی نظر میں اصل قدر و قیمت اس دنیا کے مال و اسباب کی ہے۔ تب ہی تو وہ اس پر فخر کر رہا ہے۔ ایسا آدمی دراصل دنیا ہی سب کچھ سمجھ رہا ہوتا ہے۔ دنیا میں اُسے کچھ مل جائے تو یہ اُس پر اکڑتا ہے، غریبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، اپنے مال اور اپنی کمائی کو محنت، ہنر اور فن کا نتیجہ خیال کرتا ہے اور دوسروں کے بارے میں رائے رکھتا ہے کہ انہوں نے محنت نہیں کی ہے اس لیے جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ ان کے اندر صلاحیتیں نہیں ہیں، لہٰذا یہ اسی قابل ہیں جبکہ ہم اس قابل تھے کہ ارب پتی ہوں۔ یہ سوچ آدمی کو بخل کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسے لوگ انتہائی بخیل ہوتے ہیں، کسی غریب کو دیکھ کر ان کا دل نہیں پسیجتا۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مال ہمارا ہے، ہم اِسے سمیٹ کر رکھیں گے، تاکہ مستقبل میں ہمارے کام آئے، ہماری اولاد کے کام آئے۔ ہم اُسے غریبوں کی مدد اور ویلفیئر کے کاموں میں کیوں لگائیں، اللہ کے دین کے لیے اور جہاد اور قتال کے لیے کیوں خرچ کریں۔ پھر چونکہ یہ لوگ خود بخل کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا دوسروں کو بھی بخل ہی کا مشورہ دیتے ہیں کہ دیکھو، لوگوں پر اپنا مال خرچ کرنے کی حماقت نہ کر بیٹھنا، ٹھیک ہے اس وقت قوم کو مال کی بڑی ضرورت ہے، سیلاب آیا ہوا ہے، زلزلہ آیا ہوا ہے، لیکن اپنا مال بچا کر رکھو۔ دوسروں کو چھوڑو، اپنی فکر کرو۔ یہ ایک سرمایہ پرستانہ ذہنیت ہے جس کا ذکر کر کے دراصل اہل ایمان کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۲۴)﴾

''تو جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔''

یاد رکھو، اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ جو کوئی بخل کا رویہ اختیار کرے گا اس کا خمیازہ اسی کو بھگتنا ہوگا۔ وہ اللہ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، ہاں سارا نقصان اپنا کر رہا ہے۔ کچھ دیر کی بات ہے کہ وہ نقصان اس کے سامنے آجائے گا۔ جب ابدی خسارہ اور ناکامی سے دوچار ہوگا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ اُس نے دنیا میں کتنے بڑے خسارے کا سودا کیا تھا اور کتنی بڑی حماقت کی تھی۔ یاد رکھو، اگر یہ سب کچھ سن کر بھی تم انفاق پر آمادہ نہ ہو گے تو اللہ غنی اور حمید ہے۔

اس کے بعد وہ آیت ہے جو والد محترمؒ کے نزدیک قرآن مجید کی سب سے عظیم انقلابی آیت ہے۔ اس پر گفتگو آئندہ ہوگی۔ ان شاء اللہ

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

بقیہ: مسلم ہیروز

شاہنامہ فردوسی، سکندر نامہ نظامی گنجوی، مثنوی مولانا روم اور بوستان سعدی، بوستان کے اشعار ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔ عبارت کی دل نشینی، الفاظ کی سادگی، بیان کی سچائی اور خیالات کا تسلسل بوستان کا خاصہ ہے۔ آپ نے گلستان 656ھ (بمطابق 1258ء) میں تحریر کی جو عام طور پر گلستان سعدی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ آپ کی نثری تصنیف ہے۔ آپ نے اس کتاب کو سعد بن ابوبکر سعد زنگی کے نام سے منسوب کیا۔ گلستان میں تمہید کے بعد آٹھ ابواب ہیں جن کے نام اس طرح ہیں: در سیرت پادشاہان، در اخلاق درویشان، در فضیلت قناعت، در فوائد خاموشی، در عشق و جوانی، در ضعف و پیری، در آداب صحبت۔ گلستان فارسی زبان کی وہ مایہ ناز کتاب ہے جس کا تقریباً دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا۔ ان کے کلیات کا ایک خطی نسخہ ملا ہے جو 728ھ بمطابق 1328ء کا مکتوبہ ہے۔ اس وقت وہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ کتاب کا نام ابوبکر علی بن محمد درج ہے۔

بوستان اور گلستان کے علاوہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اس طرح ہیں: قصائد عربی، قصائد فارسی، مراثی فارسی، ملمعات، مثلثات، ترجیعات، طیبات (غزلیات)، بدائع (غزلیات)، خواتیم (غزلیات)، غزلیات قدیم، کتاب صاحبیہ، مثنویات، مقطعات، رباعیات، مفردات، ہزلیات، مطائبات، پندنامہ (کریما) شش رسائل: یہ رسائل نثر میں ہیں۔ ان میں سلوک وتصوف کے مضامین اور نصیحت آمیز حکایات درج ہیں۔

وفات

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام شیراز میں ہی گزرے۔ یہ سیاسی لحاظ سے پُرامن دور تھا۔ ہلاکو خان کے بیٹے آباقان خان کے وزیر خواجہ شمس الدین جوینی اور خواجہ علاؤ الدین جوینی کے ہاتھوں میں حکومت تھی۔ ان دونوں بھائیوں کو سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی اور آخری ایام میں انہوں نے آپ کے اخراجات اپنے ذمے لیے اور سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ذیقعدہ 691ھ مطابق 1435ء میں شیراز ہی میں ہوا۔ آپ کو دلکشا سے ایک میل مشرق کی جانب پہاڑ کے دامن میں دفن کیا گیا۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار موجود ہے۔ آپ کے مزار کی عمارت کافی بڑی ہے اور مربع شکل کی ہے۔ قبر سنگین ہے اور سیاہ چوبی فرش پوش سے ڈھکی ہوئی ہے اور دور دراز سے لوگ وہاں زیارت کو آتے ہیں۔

دلِ بیدار پیدا کر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

رمضان المبارک میں ٹیلی وژن پر دینی پروگراموں کے حوالے سے ایک تکلیف دہ رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ مختلف نجی چینلز پر 'ریٹنگ' کے چکر میں علماء کی جگہ گلوکاروں، اداکاروں، فنکاراؤں اور کامیڈین نے لے رکھی ہے، جو عالم بن کر بات کر رہے ہیں۔ دین سے مکمل لاعلمی کے باوجود دین پر گفتگو فرما رہے ہیں۔ 'پیمرا' کہاں ہے؟ دین کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ دین سے کلیتًا فارغ طبقہ، رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں اسلام کے ساتھ کھیلے؟ دیدہ دلیری، جسارتوں اور گستاخیوں کی کوئی حد تو ہو۔ چوری اور سینہ زوری پر کوئی لگام تو ہو۔ سورۃ النور، سورۃ الاحزاب، سورۃ لقمان میں اللہ کے احکام، اوامر و نواہی کو علی الاعلان توڑنے والی خواتین کیا اسلام پڑھائیں گی اس قوم کو؟ یہ قوم اس درجے بانجھ ہو چکی؟ علماء کو قطار اندر قطار شہید کیا جاتا رہے گا اور ان کی جگہ بھانڈ اور میراثی لیں گے؟ اَلَیسَ مِنکُم رَجُلٌ رَّشِیدٌ۔ کیا تمہارے درمیان کوئی صالح، شائستہ مرد باقی نہ رہا؟ سال بھر عشق و عاشقی اور بے حیائی و فحاشی کے جو طوفان ٹیلی ویژن کے دہانے سے اخلاق پر آتش فشاں بن کر برستے ہیں کیا وہ کافی نہ تھے کہ یہود کے سیٹلائٹ سے قوت گفتار مستعار لے کر چلنے والوں نے وہ کر دکھایا کہ ؏ یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود! قرآن کا تبصرہ دیکھ لیجیے۔ مقام توبہ و استغفار ہے یہ۔ ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اسے ہنسی مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہیں۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں (بہرے ہیں)۔ اچھا، مژدہ سنا دو اسے ایک دردناک عذاب کا''۔ (لقمان:6-7) ہم سب عاجز، خطاکار، گنہگار بندے ہیں۔ مالک کی عطا کردہ نعمت دیں اور نعمت ہائے لامنتہا (گفتار، سماعت، تندرستی توانائی، مال، دولت، آزاد مملکت۔) کا شکرانہ ہم ادا کر ہی نہیں سکتے۔ یہ مہینہ رجوع الی القران و ایمان کا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ ایسے میں جب جنت کے تمام دروازے کھلے ہوں، دوزخ کے تمام دروازے بند ہوں، اللہ معاف کرنے پر ہر آن تیار ہو، ایسے میں بھی کوئی چوری اور سینہ زوری کر کے منبر رسول ﷺ، مسند نبی کریم ﷺ پر علم دینے، جھوٹ اور تمسخر کا لبادہ اوڑھ کر، عالم دین کا بہروپ بھر کر جہنم کے بند دروازے پیٹنے پر تلا بیٹھا ہو؟ یہ بھیانک مذاق ہے۔ ''ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو 'کیا تمہاری ہنسی، دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی۔ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے''۔ (توبہ:65-66)

وزارت اطلاعات و نشریات اور پیمرا فوراً ان پروگراموں کا نوٹس لے۔ 27 رمضان المبارک کو وجود پانے والے ملک کو یہ دن بھی دیکھنا تھا؟ علم کے کسی بھی اور شعبے کے ساتھ ایسا جہل برتنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً دھوم دھام سے ایک شخصیت کو متعارف کروایا جائے کہ جناب یہ ہیں نامی گرامی نتھو موچی۔ آج یہ ہمیں ہیپاٹائٹس، اس کی علامات، بیماری کی تشخیص اور شافی علاج بارے اپنے بیش قیمت علم اور تجربے کی روشنی میں آگاہ کریں گے! یہ کھیل کھیلنے کو گورے نے صرف 'الدین' اسلام کا میدان فراہم کر رکھا ہے کہ بغیر علم کے اس میں کود جاؤ۔ یہاں جہل ہی عین علم ہے۔ اس 'علم' سے ان شاء اللہ مسلمانوں کو تو نقصان نہیں پہنچے گا مگر یہ نوجوان جو انجانے میں نہایت ہائی ٹینشن تاروں سے کھیل رہے ہیں وہ ان کے لیے تباہی کا سامان خدانخواستہ لائے گی، ایمان کو بھسم کر دینے والی بربادی۔

مصر میں امریکہ، مصری فوج، بے دین میڈیا، ثقافتی ٹولے بہکے بھٹکے نوجوانوں نے 'عرب بہار' کو جو نذر باد سموم کیا ہے اس سے ایک طبقے کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ ورلڈ میڈیا کے جانبداری اور بد دیانتی کا یہ عالم ہے کہ مصر کی اسلامی شناخت بحال کرنے کے لیے لاکھوں کے ریکارڈ توڑ عظیم الشان مظاہروں سے مکمل چشم پوشی اور بلیک آؤٹ کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ اسلام سے کھلواڑ کے ایسے حربے ہر ذی فہم باشعور نوجوان کو متنفر کر کے حق کے پروانوں میں اضافے ہی کا سبب بن رہے ہیں۔ ملالہ پر حزن و ملال کی تصویر بنا عالمی میڈیا اور پاکستانی پروانے، شام میں سکول کے سینکڑوں بچوں پر ڈھائے جانے والے ظلم پر گونگے بہرے بنے رہے۔ شام میں موجودہ لہر جس میں بشارالاسد نے زمین آسمان کا ہر ممکن ظلم بشمول کیمیاوی ہتھیار اور بمباری اپنی ہی آبادی پر استعمال کیا، شروع کیسے ہوئی؟ وہ سکول کے چند بچے تھے جنہوں نے 'عرب بہار' سے متاثر ہو کر دیواروں پر چند جملے شامی جبر و استبداد کے خلاف لکھ دیے تھے۔ ان طالب علموں کے ساتھ مزید سینکڑوں کو گھیر کر سب کی انگلیاں کاٹ ڈالی گئیں۔۔۔ کوئی ملال نہ ہوا۔ ملال ڈے نہ منایا گیا۔ کہیں موم بتیاں نہ جلیں، کہیں دنوں کے حساب سے میڈیا نے سینہ کوبی، ماتم نہ کیا۔ اقوام متحدہ۔۔۔ امریکہ، مغرب کی (دجالی) یک چشمی لونڈی، کی آنکھ سے یہ منظر اوجھل رہا (جو مسلمانوں کے لیے بہری گونگی بھی ہے) تعلیم کے بہی خواہوں کو یہ طلبہ نظر نہ آئے۔ انسانی حقوق کے علمبرداروں نے سسکی نہ بھری۔ برما کی ملالاؤں کا غم کھانے والا کوئی نہیں۔ پرسش بھی نہیں۔ مذمت بھی نہیں۔ عافیہ کی قید 86 سال، پروفیسر غلام اعظم کی 90 سال (جو خود بھی 90 کے قریب ہیں) ضعیف العمر سفید ریش علی مجاہد کو سزائے موت۔ الکفر ملة واحدة۔ پوری دنیا شرق تا غرب اسلام اور مسلمانوں پر یک زبان ہو کر ٹوٹ پڑی ہے۔ نہ صرف اسلامی رجحانات رکھنے والے افراد امریکی گماشتوں کا ہدف ہیں (ہر مسلم ملک میں) بلکہ ادنیٰ ترین اسلام دوستی پر حکومتیں الٹی جا رہی ہیں۔ فتنۂ دجال پوری سرعت سے اہل ایمان کے جگر آزما رہا ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ مالی پر حملہ کیا اور فرانس امریکہ نے مشرق وسطیٰ کے ممالک سے مالی امداد دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اخوان کا تختہ الٹا اور بد دین (صیہونی عیسائی صدر) حکومت اور فوج کو قوی کرنے کے لیے فوراً سعودی عرب اور امارات سے مالی پیکیج جاری کروایا۔ امریکہ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلم نوجوانوں کے شام جانے پر واویلا کر رہا ہے۔ بہت خوب! خود تو 41 ممالک کی فوج ظفر موج لے کر ایک ملک پر ٹوٹ پڑو اور نہتے نوجوان ایمان کی پکار پر لپکیں تو اقوام متحدہ سے صلواتیں سنواؤ! مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے۔۔۔! ان کے ظلم و جور، اخلاقی بحران کی شدت اور کمزوروں، نہتوں کا سیاسی، معاشی، اخلاقی استحصال شرق و غرب میں ضمیر جھنجوڑ رہا ہے۔ اسی میں دنیا کے لیے نئی زندگی کا پیام ہے۔ دلوں کی بیداری میں حیات نو مضمر ہے۔ رمضان میں رحمت ربی دلوں کی آبیاری کر رہی ہے!

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کرّاری
مِسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

روزہ، احساس بندگی اور اطاعت

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخر شب طلوع سحر کی پہلی علامات ظاہر ہوتے ہی آدمی پر یکایک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک پورے دن حرام رہتا ہے۔ اس دوران میں پانی کا ایک قطرہ اور خوراک کا ایک ریزہ تک قصداً حلق سے اتارنے کی اجازت نہیں ہوتی اور زوجین کے لیے ایک دوسرے سے قضائے شہوت کرنا بھی حرام ہوتا ہے۔ پھر شام کو ایک خاص وقت آتے ہی اچانک حرمت کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ سب چیزیں جو ایک لحہ پہلے تک حرام تھیں یکایک حلال ہو جاتی ہیں اور رات بھر حلال رہتی ہیں، یہاں تک کہ دوسرے روز کی مقررہ ساعت آتے ہی پھر حرمت کا قفل لگ جاتا ہے۔ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور ایک مہینہ تک مسلسل اس کی تکرار جاری رہتی ہے۔ گویا پورے تیس دن آدمی ایک شدید ڈسپلن کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ مقررہ وقت تک سحری کرے، مقررہ وقت پر افطار کرے، جب تک اجازت ہے، اپنی خواہشات نفس پوری کرتا رہے اور جب اجازت سلب کر لی جائے تو ہر اُس چیز سے رُک جائے جس سے منع کیا گیا ہے۔

اس نظام تربیت پر غور کرنے سے جو بات سب سے پہلے نظر میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اس طریقہ سے انسان کے شعور میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم کرنا چاہتا ہے، اور اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دینا چاہتا ہے کہ انسان اپنی آزادی اور خود مختاری کو اللہ کے آگے بالفعل تسلیم (Surrender) کر دے۔ یہ اعتراف و تسلیم ہی اسلام کی جان ہے، اور اسی پر آدمی کے مسلم ہونے یا نہ ہونے کا مدار ہے۔ دین اسلام کا مطالبہ انسان سے صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ بس وہ خداوند عالم کے وجود کو مان لے یا محض ایک مابعد الطبیعی نظریہ کی حیثیت سے اس بات کا اعتراف کر لے کہ اس کائنات کے نظام کو بنانے اور چلانے والا صرف اللہ واحد قہار ہے بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی اس امر واقعی کو ماننے کے ساتھ ہی اس کے منطقی اور فطری نتیجہ کو بھی قبول کرے۔ یعنی جب وہ یہ مانتا ہے کہ اس کا اور تمام دُنیا کا خالق، پروردگار، قیام بخش اور مدبر امر صرف اللہ تعالیٰ ہے اور جب وہ تسلیم کرتا ہے کہ نہ تخلیق میں کوئی اللہ کا شریک ہے، نہ پرورش میں، نہ قیام بخشی میں اور نہ تدبیر امر میں، تو اس تسلیم واعتراف کے ساتھ ہی اسے اللہ کی حاکمیت و فرمانروائی کے آگے سپر ڈال دینی چاہیے۔ اپنی آزادی و خود مختاری کے غلط ادعا سے خیال اور عمل دونوں میں دست بردار ہو جانا چاہیے، اور اللہ کے مقابلہ میں وہی رویہ اختیار کر لینا چاہیے جو ایک بندے کا اپنے مالک کے مقابلہ میں ہونا لازم ہے۔......

احساس بندگی کے ساتھ خود بخود جو چیز لازمی نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو جس کا بندہ سمجھ رہا ہے اس کے حکم کی اطاعت کرے۔......روزے کا مقصد آدمی کو اسی اطاعت کی تربیت دینا ہے۔ وہ مہینہ بھر تک روزانہ کئی کئی گھنٹہ آدمی کو اس حالت میں رکھتا ہے کہ اپنی بالکل ابتدائی (Elementary) ضرورت پوری کرنے کے لیے بھی اس کو خداوند عالم کے اذن و اجازت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ غذا کا ایک لقمہ اور پانی کا ایک قطرہ تک وہ حلق سے گزار نہیں سکتا، جب تک کہ وہاں سے اجازت نہ ملے۔ ایک ایک چیز کے استعمال کے لیے وہ شریعت خداوندی کی طرف دیکھتا ہے۔ جو کچھ وہاں حلال ہے وہ اس کے لیے حلال ہے، خواہ تمام دُنیا اسے حرام کرنے پر متفق ہو جائے، اور جو کچھ وہاں حرام ہے وہ اس کے لیے حرام ہے، خواہ ساری دُنیا مل کر اسے حلال کر دے۔ اس حالت میں خدائے واحد کے سوا کسی کا اذن اس کے لیے اذن نہیں، کسی کا حکم اس کے لیے حکم نہیں اور کسی کی نہی اس کے لیے نہی نہیں۔ خود اپنے نفس کی خواہش سے لے کر دُنیا کے ہر انسان اور ہر ادارے تک کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جس کے حکم سے مسلمان رمضان میں روزہ چھوڑ سکتا ہو یا توڑ سکتا ہو۔ اس معاملہ میں نہ بیٹے پر باپ کی اطاعت ہے، نہ بیوی پر شوہر کی، نہ ملازم پر آقا کی، نہ رعیت پر حکومت کی، نہ پیرو پر لیڈر یا امام کی، بالفاظ دیگر اللہ کی بڑی اور اصلی اطاعت تمام اطاعتوں کو کھا جاتی ہے اور 720 گھنٹہ کی طویل مشق و تمرین سے روزہ دار کے دل پر **کالنقش فی الحجر** یہ سکہ بیٹھ جاتا ہے کہ ایک ہی مالک کا وہ بندہ ہے، ایک ہی قانون کا وہ پیرو ہے اور ایک ہی اطاعت کا حلقہ اس کی گردن میں پڑا ہے۔ اس طرح یہ روزہ انسان کی فرمانبرداریوں اور اطاعتوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر ایک مرکزی اقتدار کی جانب پھیر دیتا ہے اور تیس دن تک روزانہ بارہ بارہ چودہ چودہ گھنٹہ تک اسی سمت میں جمائے رکھتا ہے تاکہ اپنی بندگی کے مرجع اور اپنی اطاعت کے مرکز کو وہ اچھی طرح متحقق کرے اور رمضان کے بعد جب اس ڈسپلن کے بند کھول دیئے جائیں تو اس کی اطاعتیں اور فرمانبرداریاں بکھر کر مختلف مرجعوں کی طرف بھٹک نہ جائیں۔

اطاعت امر کی اس تربیت کے لیے بظاہر انسان کی صرف دو خواہشوں یعنی غذا لینے کی خواہش اور صنفی خواہش کو چھانٹ لیا گیا ہے اور ڈسپلن کی ساری پابندیاں صرف انہی دو پر لگائی گئی ہیں۔ لیکن روزے کی اصل روح یہ ہے کہ آدمی پر اس حالت میں خدا کی خداوندی اور بندگی و غلامی کا احساس پوری طرح طاری ہو جائے اور وہ ایسا مطیع امر ہو کر یہ ساعتیں گزارے کہ ہر اس چیز سے رُکے جس سے خدا نے روکا ہے، اور ہر اُس کام کی طرف دوڑے جس کا حکم خدا نے دیا ہے۔ روزے کی فرضیت کا اصل مقصد اسی کیفیت کو پیدا کرنا اور نشو و نما دینا ہے نہ کہ محض کھانے پینے اور مباشرت سے روکنا۔ یہ کیفیت جتنی زیادہ ہو روزہ اتنا ہی مکمل ہے، اور جتنی اس میں کمی ہو اتنا ہی وہ ناقص ہے۔ اگر کسی آدمی نے اس احمقانہ طریقہ سے روزہ رکھا کہ جن جن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے ان سے تو پرہیز کرتا رہا اور باقی تمام ان افعال کا ارتکاب کیے چلا گیا جنہیں خدا نے حرام کیا ہے تو اس کے روزہ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک مردہ لاش کہ اس میں اعضاء تو سب

کے سب موجود ہیں، جن سے صورت انسانی بنتی ہے مگر جان نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان انسان ہے۔ جس طرح اس بے جان لاش کو کوئی شخص انسان نہیں کہہ سکتا اسی طرح اس بے روح روزے کو بھی کوئی روزہ نہیں کہہ سکتا۔ یہی بات ہے جو نبی ﷺ نے فرمائی کہ: ((مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ)) (ترمذی) ’’جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔‘‘

جھوٹ بولنے کے ساتھ جھوٹ پر عمل کرنے کا جو ارشاد فرمایا گیا ہے یہ بڑا ہی معنی خیز ہے۔ دراصل یہ لفظ تمام نافرمانیوں کا جامع ہے۔ جو شخص خدا کو خدا کہتا ہے اور پھر اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں خود اپنے اقرار کی تکذیب کرتا ہے۔ روزے کا اصل مقصد تو عمل سے اقرار کی تصدیق ہی کرنا تھا، مگر جب وہ روزے کے دوران میں اس کی تکذیب کرتا رہا تو پھر روزے میں بھوک پیاس کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟ حالانکہ خدا کو اس کے خلوئے معدہ کی کوئی حاجت نہ تھی۔ اسی بات کو دوسرے انداز میں حضور ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ((کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَکُمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ)) (سنن الدارمی) ’’کتنے ہی روزدار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا اور کتنے ہی راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں جنہیں اس قیام سے رت جگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہی بات ہے جس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح تر الفاظ میں ظاہر فرمادیا کہ: ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۸۳)﴾ (البقرہ) ’’تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے توقع ہے کہ اس ذریعہ سے تم تقویٰ کرنے لگو گے۔......‘‘

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ماہ صیام

رمضان المبارک کے سلسلے میں حدود اللہ کا تحفظ

حافظ محمد مشتاق ربانی

حدود اللہ قرآن حکیم کی ایک نہایت اہم اصطلاح ہے۔ شریعت اسلامی میں کئی حدود ہیں جن کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے۔ (یاد رہے کہ فقہ اسلامی میں حد/حدود کا خاص مفہوم ہے لیکن اس مختصر سے مضمون میں تفسیری نقطۂ نظر سے بات کی جارہی ہے۔) رمضان کے روزوں کی بحث کے اختتام پر فرمایا: ﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا ط﴾ ’’یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب مت جاؤ۔‘‘ تِلْکَ کا اشارہ ان تمام امور ونواہی کی طرف ہے جو روزے کے سلسلے میں بیان ہوئے ہیں۔ اس کا اشارہ صرف اعتکاف کی طرف نہیں ہے کیونکہ حدود جمع کی صورت میں آیا ہے بلکہ ان تمام مسائل کی جانب ہے جو رمضان کے روزے کے سلسلے میں بیان ہوئے ہیں۔ ’’تِلْکَ حدود اللّٰہ‘‘ کے قریب ترین جو چیز بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت نہ کی جائے۔ لیکن وہ آیت جس میں ’’تِلْکَ حدود اللّٰہ‘‘ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اس میں اعتکاف کی حالت میں جماع سے بچنے کے علاوہ اور بھی امور بیان ہوئے ہیں۔ بعض اہل تفسیر یہاں ’’حدود‘‘ کا مفہوم روزے کی شروط کرتے ہیں۔ شرائط کا بھی مفہوم بیان کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ مزید وضاحت ہوتی ہے۔ چلیں اگر حدود کو اپنے خاص مفہوم میں ہی لیں تو سوال یہ ہے کہ یہاں رمضان کے سلسلے میں حدود اللہ کیا بیان ہوئی ہیں۔ ’’تِلْکَ حدود اللّٰہ‘‘ سے قبل آیت کے آغاز سے لے کر تین حدوں کا ذکر ہوا ہے جو حسب ذیل ہیں: پہلی حد یہ ہے کہ روزے کی حالت میں زن وشو مباشرت سے بالکل اعراض کریں۔ یہ بات یہاں سے معکوس کے انداز سے ثابت ہورہی ہے۔ ﴿اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ط﴾ (البقرہ:187) ’’حلال کردیا گیا ہے تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا۔‘‘ یعنی دن میں روزے کی حالت میں تو مباشرت منع ہے لیکن رمضان کی راتوں میں اس کی اجازت ہے سوائے معتکف کے۔ روزہ جہاں کھانے پینے سے باز رہنے کا نام ہے اسی میں جماع کی بھی ممانعت اور حرمت ہے۔ اس کے علاوہ تمام حلال کام کیے جاسکتے ہیں۔ کسی میں روک تھام نہیں۔ روزے کی حالت میں اپنی سرگرمیاں معطل نہیں کرنی چاہئیں بلکہ انہیں معمول کے مطابق جاری رکھیں۔ اگر کوئی تاجر ہے تو تجارت کرے۔ اگر کوئی کسی کے ہاں ملازم ہے تو اس کو اپنی ڈیوٹی کرنی چاہیے۔ روزے کو بہانہ بنا کر کام سے جان نہیں چھڑانی چاہیے۔

دوسری حد یہ ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت کی ممانعت ہے، ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط﴾ (البقرہ:187) ’’اور نہ مباشرت کرو اپنی عورتوں سے جب کہ تم اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں۔‘‘ اعتکاف کی حالت میں تقبیل اور شہوت کی غرض سے لمس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یہاں صرف یہ مفہوم نہیں کہ معتکف کے لیے صرف مسجد میں مباشرت کی حرمت ہے، بلکہ مسجد کے باہر بھی یہی حکم ہے۔ اگر معتکف کسی شرعی عذر کی خاطر مسجد سے باہر نکلتا ہے تو اس وقت بھی یہی حکم ہے۔ اس حد اور حکم سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عارضی رہبانیت ہے۔ اسلام کے کسی کام میں بھی رہبانیت نہیں ہے۔ دراصل یہ پابندی عائد کر کے اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کا عادی بنانا چاہتا ہے۔

تیسری حد یہ ہے کہ سحر و افطار کے اوقات کا خیال رکھا جائے، ان کے جو اوقات مقرر ہیں، ان سے سرمو انحراف نہ کیا جائے بلکہ ہر حال میں ان کے مطابق روزہ رکھا جائے اور افطار کیا جائے۔ ایسا نہ سوچا جائے کہ روزہ کو زیادہ لمبا کرنے میں زیادہ ثواب اور اجر ہے اور روزہ جلدی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پوشیدہ ہے۔ سحری کے وقت کے بارے بتایا: ﴿وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (البقرہ:187) ’’اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید ڈورا، سیاہ ڈورے سے صبح کے

وقت۔'' اس سے صبح صادق کا طلوع مراد ہے، جس میں روشنی دائیں بائیں پھیلتی ہے۔ روزے کے اختتامی وقت کے بارے میں فرمایا:﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ ﴾ (البقرہ:187) ''پھر یہ کہ روزہ رکھو رات (سورج کے غروب ہونے) تک''۔ بعض لوگ افطار کے حوالے سے غلو کرتے ہیں حالانکہ دین اسلام رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا نام ہے۔ آپؐ کے اسوہ حسنہ سے یہی ثابت ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کیا جائے، اس میں تاخیر نہ کی جائے، ''الی الیل'' رات کے نقطۂ آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ان تمام امور کے بارے میں فرمایا کہ ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ گویا جہاں سے گناہ، قانون شکنی کی حد شروع ہو، اس کے بھی قریب نہ جاؤ۔ مبادا قدم نافرمانی کی دلدل میں پھنس جائے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ نافرمانی کی سرحد سے دور ہی رہا جائے۔ یہی مضمون اس حدیث میں بیان ہوا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور اللہ کی حمی اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ جو (جانور) حمی کے گرد چرتا رہے گا، ہوسکتا ہے کہ ایک روز وہ حمی کے اندر داخل ہو جائے۔''

اسی لیے ان مسائل کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں میں ملوث نہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرہ:187) ''اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لئے بصراحت بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے''۔ مولانا مودودیؒ اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ: ''بہت سے لوگ جو شریعت کی روح سے ناواقف ہیں ہمیشہ اجازت کی آخر حدوں تک ہی جانے پر اصرار کرتے ہیں اور بہت سے علماء و مشائخ بھی اسی غرض کے لئے سندیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جواز کی آخری حدیں انہیں بتایا کرتے ہیں، تاکہ وہ اس باریک خط امتیاز ہی پر گھومتے رہیں، جہاں اطاعت اور معصیت کے درمیان محض بال برابر فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بکثرت لوگ معصیت اور معصیت سے بھی بڑھ کر ضلالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان باریک سرحدی خطوط کی تمیز اور ان کے کنارے پہنچ کر اپنے آپ پر قابو رکھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔''

☆☆☆

سازشیں اغیار کی

صہیونی و نصرانی خیر سگالی کا پہلا تحفہ:

''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

غلام خیر البشر فاروقی

سامراجیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی پُر پیچ لعنت نے فی الواقع غیر یہودی اقوام عالم کی بھیڑ کو اس قدر ستا رکھا ہے کہ بھوکوں، محتاجوں اور بے کسوں کو ''روٹی'' کا ہلکا سا اشارہ جہاں سے بھی ملتا ہے، تو یہ سسکتی مخلوق اس کی طرف لپکتی اور کھنچتی چلی جاتی ہے۔ بھوک، افلاس سے معاشرتی زندگی اس قدر گھمبیر ہو چکی ہے کہ کسی کو اس کی تاب ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس بات کی تحقیق کرلے کہ جو کچھ اسے پیش کیا جا رہا ہے، اس میں کہیں زہر ہلاہل تو نہیں ملایا گیا ہے؟ ایسے جان گسل اور ابتر معاشروں میں جائز و ناجائز کا ہوش رکھنا، کار ہر دیوانہ نیست۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان کے نزدیک جان و جسم سے بھی زیادہ کسی اور ''متاع عزیز'' کا نصب العین موجود ہو۔ جب کہ موجودہ بین الاقوامی سوسائٹی میں ایسی متاع عزیز کی تلاش سعی لا حاصل محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ اس معاشرے کی بنیاد ''روٹی'' پر استوار کر دی گئی ہے۔ اس لئے ہمارے دور کا بھوکا انسان مجبور و معذور ہے کہ وہ روٹی کی آواز پر لبیک کہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی نفسیاتی تحریکوں کی کامیابی کا راز ان تحریکوں کے ذاتی جوہروں (Intrinsic Values) میں نہیں بلکہ ان حالات میں ہے جو ہمارے دور کے ابلیسی نظام نے پیدا کر رکھے ہیں۔ اس نظام میں غربت اور افلاس نے جس درجہ شدت اختیار کر رکھی ہے اس کے پیش نظر ہر انسان پیدائشی طور پر ہی نفس کا غلام بن چکا ہے، تو یہ کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ آمدم بر سر مطلب، بات ہو رہی تھی مادہ کی مادی قوت کی، کہ جو مادہ زیادہ طاقتور ہوگا وہ کمزور کو پسپا کر دے گا۔

(لیس للانسان اِلّا ماسعیٰ)

☆ لہٰذا یہودیوں کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خاص یہ اقلیتی گروہ انسانی کم و بیش گزشتہ اڑھائی ہزار سال سے زوال و امتحان میں مبتلا دیگر اکثریتی اقوام عالم کی چیرہ دستیوں اور اپنی ''مخصوص کارستانیوں'' کے سبب مکافات عمل سے دو چار رہنے کے بعد گزشتہ تین صدیوں سے نوع انسانی کے اصلی و ازلی دشمن کا آلۂ کار بن کر اس کی القاء اور سرپرستی سے اکیسویں صدی میں دنیا پر مکمل تسلط حاصل کر چکا ہے، جو خالصتاً مادہ پرستی پر محیط ہے۔ جس کا ماٹو ہی مادی قوت کا حصول ہے، جسے انہوں نے خدا کے مدمقابل لا کھڑا کیا ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی تک یہ اقلیتی گروہ یہود انتہائی مغضوب و محکوم تھا۔ کسی عیسائی باشندے کو اگر نزلہ زکام یا معمولی بخار بھی ہو جاتا تو اسے محلے یا شہر میں مقیم یہودی باشندوں کی نحوست سے تعبیر کیا جاتا۔ جس کے ازالہ و کفارہ کے لئے انہیں مارا پیٹا جانا روزمرہ کا معمول تھا۔ یہاں تک کہ بڑی وبائی امراض کے پھیل جانے پر ماضی میں انہیں چرچ و کلیسا کے فتویٰ سے پورے یورپ سے ملک بدر بھی کر دیا گیا تھا۔ اس تاریخی جلاوطنی کے بعد یہودیوں کو سپین اور ترکی کے مسلمانوں نے پناہ دی تھی۔ اس دوران میں یہودیوں نے پھلنا پھولنا اور پَر نکلنا شروع کر دیا، اور کیتھولک میں پروٹسٹنٹ کا فتنہ برپا کر کے اپنا اُلو سیدھا کیا۔ (راقم کا خیال ہے کہ انہی یہود کی نحوست سے سپین کے مسلمانوں کا عبرتناک زوال شروع ہوا۔)

جب امریکہ دریافت ہوا تو سولھویں صدی میں دنیا بھر سے یہودیوں کی ایک بھاری تعداد امریکہ جا پہنچی۔ وہاں انہیں اپنے آلۂ کار مغضوب و مفرور پروٹسٹنٹ عیسائی میسر آ گئے، جو اپنی اصلی کیتھولک عیسائیت سے بغاوت و احتجاج کے جرم میں مرتد قرار دیئے جا چکے تھے۔ جب کہ وہ اپنے مذہب سے قطعاً ناواقف اور بیگانے بھی تھے۔ یہودیوں نے انہیں باور کرایا کہ بنی اسرائیل ہونے کے ناتے یہودی نصرانی بھائی ہیں۔

سولھویں صدی میں ہی صہیونی نصرانی صلح کے بعد صہیونیت کی طرف سے ''جذبۂ خیر سگالی'' کا پہلا تحفہ تاج برطانیہ کو صہیونیت کے دماغ نے ایک ہزار صفحات پر مشتمل

Viability بعنوان ''اسلام کو صفحہ ہستی سے کیسے مٹایا جائے؟'' دیا۔ جس کے چند اقتباسات سے قارئین کرام خود اندازہ لگالیں گے کہ مسلمانوں کے زوال کے بنیادی اسباب کیا ہیں۔ 1690ء سے 1765ء تک ایک برطانوی جاسوس ہمفرے اپنی ڈائری (Colonization ideal-Mr. Humphrey's Memories The English spy in Islamic Countries) میں رقمطراز ہے: ''جب میں 1712ء میں قسطنطنیہ میں دو سال کامیابی کے ساتھ گزار کر اپنے گھر لندن پہنچا تو مجھے کچھ ہی مہینوں کے بعد نئے احکامات کے ساتھ عراق بھیج دیا گیا، جہاں اعلیٰ کارکردگی کے ساتھ تین سال گزار کر دوبارہ چھٹی گزارنے لندن پہنچا تو اس دوران جب میں اپنے ہیڈ کوارٹر وزارت نو آبادیات کے سیکرٹری سے ملنے گیا تو اس نے بڑی ہی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا، اور معلوم ہوا کہ عراق سے متعلق میری جاسوسی کی فراہم کردہ معلومات اور کارگزاریوں نے تمام بالائی حکام کے دل جیت لیے ہیں۔ کیونکہ میری رپورٹیں مجھ پر نگرانی کرنے والے دیگر برطانوی نامعلوم جاسوسوں کی تصدیق کرتی تھیں جو کہ خفیہ طور پر میرے سفر وحضر میں بھی مجھ پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ ان افراد نے بھی اپنی رپورٹوں میں میرے طرزِ عمل اور دلچسپی سے خوشنودی کا اظہار کیا تھا۔ وزیر نو آبادیات نے بھی مجھے پرتپاک انداز میں سراہا، خوب گپ شپ داد و آفرین ملتی رہی۔ بعد ازاں سیکرٹری نے دوستانہ لہجے میں کہا کہ نو آبادیاتی امور کے خصوصی کمیشن کی مرضی کے مطابق مجھے وزیر صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں دو اہم رموز سے آشنا کردوں۔ ان رموز سے واقفیت مستقبل کے پروگراموں میں تمہارے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوگی اور ان دو باتوں سے نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے صرف چند ایک مخصوص ممبران ہی باخبر ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے وزارت خانے کے ایک کمرے میں لے گیا، جہاں کچھ لوگ ایک گول میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر تعجب سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ کیونکہ اسی اجلاس میں جو سانگی (Puppits) پتلے میرے سامنے تھے وہ سب بتدریج میرے دورۂ قسطنطنیہ، بصرہ، نجف، عراق، ایران کے وہی لوگ تھے جن کی روزمرہ کی رپورٹیں سالہا سال تک میں نے حرف بہ حرف لندن کے ہیڈکوارٹر کو ارسال کی تھیں۔

(1) ہو بہو سلطنت عثمانیہ کا جلالت افروز پیکر جو ترکی اور انگریزی زبانوں پر بڑی مہارت رکھتا تھا۔

(2) قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام کی دوسری حقیقت سے قریب تر تصویر (کٹھ پتلی)۔

(3) شہنشاہ ایران کا زندہ مجسمہ۔

(4) دربار ایران کے شیعہ عالم کی مکمل شبیہہ (کٹھ پتلی)

(5) نجف میں شیعوں کے مرجع تقلید کا بے مثال سراپا وغیرہ۔

(قارئین کرام! واضح ہو کہ یہ نقشہ آج سے تین سو سال پرانا ہے، جو ترقی کرتا ہوا آج جدید ترین شکل میں یوں ظاہر ہوا ہے کہ انہی جاسوسی مقاصد کے حصول کے لیے کارٹونز اور دیگر تخیلاتی ڈاکومنٹری فلموں (آرمیگاڈون، دی آفٹر وغیرہ) کو آج کے طاقتور میڈیا کے ذریعے مستقبل کے مطلوبہ نتائج (عالمی بادشاہت کے قیام) کی راہ ہموار کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔) یہ آخری تینوں افراد (کٹھ پتلی یا سوانگی) فارسی اور انگریزی زبانوں میں گفتگو کر رہے تھے، جن کے پرائیویٹ سیکرٹری ان کی باتوں کو نوٹ بنا کر حاضرین کے لئے اس کا ترجمہ بھی پیش کر رہے تھے۔ ان پانچوں بڑی شخصیتوں کی کٹھ پتلیوں کو بعینہٖ تمام عادات وخصائل کے ساتھ ظاہری اور باطنی اعتبار سے اصلی کرداروں کی مکمل تصویر بنایا گیا تھا۔ یہ پانچوں سوانگی اپنے فرائض اور مقام ومنصب سے بخوبی آگاہ و آشنا تھے۔ سیکرٹری نے آغازِ سخن کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہروپیے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کس طرح کی سوچ رکھتے ہیں اور آئندہ کے بارے میں ان کا کیا خیال ومنصوبہ ہے (جو تم جیسے جاسوسوں کے لیے کورس اور تربیت کا حصہ ہے)۔ ہم نے خلافت عثمانیہ، ایران اور عراق کی مکمل اطلاعات انہیں فراہم کر دی ہیں۔ اب وہ اپنی ہیئت کذائی کو حقیقت پر محمول کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور اسی احساس کے ساتھ اپنی حاصل کردہ معلومات سے ہمارے سوالوں کا جواب فراہم کرتے ہیں۔ ہماری جانچ پڑتال کے عین مطابق ان کے ستر فیصد جوابات حقیقت پر مبنی یا یوں کہیے کہ اصلی شخصیتوں کے افکار واعمال کے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ سیکرٹری نے اپنی گفتگو کے دوران مجھے مخاطب کر کے کہا: ''اگر تم چاہو تو ان میں سے کسی کا بھی امتحان لے سکتے ہو'' مثال کے طور پر نجف کے شیعہ مرجع تقلید سے جو سوال چاہو پوچھ سکتے ہو۔

(جاری ہے)

ایک سوال، چار جواب!

نعیم صدیقی

تاریخ نے پوچھا، اَے لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
شاہی نے کہا——— یہ میری ہے!
اور دنیا نے یہ مان لیا!
پھر تخت بچھے، ایوان سجے، گھڑیال بجے، دربار لگے!
تلوار چلی اور خون بہا! انسان لڑے، انسان مرے
دنیا نے بالآخر شاہی کو
پہچان لیا، پہچان لیا!
تاریخ نے پوچھا پھر، لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
دولت نے کہا——— یہ میری ہے!
اور دنیا نے یہ مان لیا!
پھر بنک کھلے، بازار جمے! بیوپار بڑھے!
انسان لٹے، انسان بکے! آرام اُڑے، سب چیخ اُٹھے!
دنیا نے بالآخر دولت کو
پہچان لیا، پہچان لیا!
تاریخ نے پوچھا پھر، لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
محنت نے کہا——— یہ میری ہے!
اور دنیا نے یہ مان لیا!
پھر رُوح دبی، پھر پیٹ بڑھے! افکار سڑے، کردار گرے!
ایمان لٹے، اخلاق جلے! انسان نرے حیوان بنے
دنیا نے بالآخر محنت کو
پہچان لیا، پہچان لیا!
تاریخ نے پوچھا پھر، لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
مومن نے کہا——— اللہ کی ہے!
اور دنیا نے یہ مان لیا!
پھر قلب ونظر کی صبح ہوئی! اک نور کی مے سی پھوٹ بہی!
ایک ایک خودی کی آنکھ کھلی! فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی
دنیا نے بالآخر آقا کو
پہچان لیا، پہچان لیا!

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی)

ممبئی حملے اور بھارت کا مکروہ چہرہ

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی
رضوان الرحمٰن رضی (دانشور، صحافی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

﴿میزبان: وسیم احمد﴾

سوال : انڈین وزارت داخلہ کے سابق افسر کا یہ اعتراف کہ پارلیمنٹ اور بمبئی حملوں کی ذمہ دار خود بھارتی حکومت ہے۔ آپ اس اعتراف حقیقت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

رضوان الرحمن : دنیا میں جہاں بھی بلاسٹ ہوتا ہے۔ جانی و مالی نقصان جائے وقوعہ پر ہوتا ہے۔ یہ عجیب حادثہ ہے کہ اصل نقصان (Casualties) موقع پر نہیں بلکہ ہزاروں میل دور ہوئی ہیں۔ یہ بلاسٹ یعنی بھارتی افسر کے بیان کا واقعہ دلی کے اندر ہوا ہے اور اس کی Casualties اسلام آباد اور کراچی میں ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے پاکستان کے پورے میڈیا کی Credebility کو نقصان پہنچا، بلکہ یوں کہا جائے ہمارا میڈیا مر گیا، دفن ہو گیا تو غلط نہ ہوگا۔ جس بت کو میڈیا نے اتنی محنت سے تراشا، سجایا اس کی پرستش کی اور ہمیں گردن سے پکڑ کر مجبور کیا کہ اس کو سجدہ کرو، وہ بت ہی پاش پاش ہو گیا۔ اب میڈیا کے پاس ہمت نہیں ہے کہ وہ عوام سے نظریں چار کر سکے۔ کوئی اس موضوع کو چھیڑ ہی نہیں رہا۔ پورے میڈیا کو گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔ میڈیا کو ایک اور بھی بڑا ضعف پہنچا ہے۔ وہ بی بی سی کی ڈاکومنٹری ہے جو نیوز نائٹ میں چلائی گئی ہے۔ وہ تمام باتیں جو زبان زدِ عام تھیں اور سوشل میڈیا پر ان کا چرچا رہتا تھا اس ڈاکومنٹری میں کہی گئی ہیں۔ ہمارے میڈیا کی غلامی کا اندازہ لگائیں کہ وہ صرف ایک لسانی جماعت کا نقطہ نظر ڈاکومنٹری سے نکال کر لوگوں کو دکھا رہا ہے۔ یعنی ان میں پوری ڈاکومنٹری دکھانے کی ہمت نہیں ہے۔ چونکہ ہمارے میڈیا کے ہیڈ آفسز کراچی میں ہیں۔ لہٰذا تو اس اعتبار سے ایک casualty تو کراچی میں ہوئی کہ میڈیا نظریں اُٹھانے کے قابل نہ رہا۔ دوسری casualty اسلام آباد میں ہماری وزارتِ داخلہ کے اندر ہوئی ہے۔ وہ تو ممبئی حملوں کے بعد پوری طرح سجدہ ریز ہو گئے تھے۔ بہر حال سابق حکومت نے پانچ سال اسی پالیسی کو چلایا۔ موجودہ حکومت بھی اس پالیسی کو جاری رکھنے پر مُصر تھی۔ لیکن بھارتی افسر کے اعترافی بیان نے گویا ہماری وزارت خارجہ اور وزیر اعظم کی انڈیا نواز پالیسی کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیے۔

سوال : بھارتی افسر جو کہ اب وزارتِ داخلہ کا حصہ نہیں ہے، کیا اس کا بیان کچھ اہمیت رکھتا ہے؟

رضوان الرحمن : یہ سارا معاملہ ''ہیمنت کرکرے اشو'' سے جڑا ہوا ہے۔ اس سے قبل یہی رپورٹ ہیمنت کرکرے نے حکومت کو دی تھی کہ ''را'' کا اوورسیز ریسرچ ونگ عام بھارتیوں کو خود مار رہا ہے۔ اس لیے امن و امان کی صورتِ حال کو کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ جب بھارتی عدالت نے اس کیس میں رپورٹ طلب کی تو اس بھارتی افسر نے یہی رپورٹ کورٹ آف لاء میں بیان حلفی کے ساتھ پیش کر دی۔ یہ کوئی عام پریس کانفرنس نہیں ہے۔ یہ رپورٹ ایک آفیشل ڈاکومنٹ کے طور پر عدالت کے مانگے جانے پر جمع کرائی گئی ہے۔ اس لیے یہ بیان انتہائی سیریس ہے جسے جھٹلانا کسی کے لیے آسان نہیں۔

ایوب بیگ مرزا: رضوان صاحب! یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انڈیا کے تفتیشی ادارہ SIT اور CBI کی مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر ستیش ورما کا بھی اس بھارتی افسر نے حوالہ دیا ہے کہ یہ باتیں اسے خود اس نے بتائی ہیں۔ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ ستیش ورما نے بھی اس کی کوئی تردید نہیں کی۔ بھارتی حکومت کی طرف سے بھی اس بیان کی کوئی تردید نہیں آئی ہے۔

رضوان الرحمن : تردید تو تب آتی جب یہ بیان ہوتا۔ یہ بیان نہیں ہے۔ یہ عدالت میں ایک رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ اگر یہ بیان ہوتا تو ہمارا اپنا میڈیا ہی اُسے آڑے ہاتھوں لیتا۔ انڈیا اس کی تردید نہیں کر سکتا۔

ایوب بیگ مرزا: ہمارے میڈیا نے ڈھکے چھپے انداز میں کوشش کی ہے کہ یہ ایک شخص کا معاملہ ہے، اس کی تحقیق ہونی چاہیے۔

رضوان الرحمن : حالانکہ تحقیق ہو چکی ہے۔ تحقیق کے بعد ہی یہ رپورٹ کورٹ آف لاء میں پیش کی گئی ہے۔ اس کی سنگینی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دراصل یہ واقعہ انڈیا کے اس غلیظ نظام کی ایک جھلک ہے جو 30 کروڑ شودروں کی زندہ لاشوں پر قائم ''ہندوتوا'' کا Rotten System ہے۔ نفرت پر مبنی یہ سسٹم ایک سچ چھپا نہیں رکھ سکا، اور چار سال کے اندر اس نے سچ کو اُگل دیا۔

ایوب بیگ مرزا : جب 26 ستمبر کو ممبئی حملوں کا یہ واقعہ ہوا تو ایک بات کا میں خاص طور پر ذکر کرتا تھا کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ دو کشتیوں میں چھ افراد اسلحہ سمیت انڈیا میں کیسے داخل ہو گئے۔ وہ یہاں سے شناختی کارڈ، پاکستانی دودھ کے ڈبے اور ٹوتھ پیسٹ بھی لے گئے اور انہیں راستے میں کوئی چیک نہ کر سکا۔ اب تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ سب ڈراما تھا۔ یہ ساری چیزیں انھیں فراہم کی گئی تھیں تاکہ دنیا کو دکھایا جا سکے کہ یہ دہشت گردی پاکستان نے کروائی ہے۔ اس وقت کے پنجاب کے آئی جی کو حکم دیا گیا تھا کہ کسی طرح اجمل قصاب کے گھر کو ڈھونڈ کر میڈیا پر دکھایا جائے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ صرف یہی نہیں اس واقعہ کی وجہ سے پاکستان کی معیشت پر ظلم ہوا، پاکستان کی کرکٹ پر ظلم ہوا، پاکستان کا امیج خراب ہوا۔ یہ سارے مظالم صرف ایک جھوٹ کی بنیاد پر ہوئے اور اس جھوٹ کو ہم نے خود بڑی جانفشانی سے سپورٹ کیا۔

سوال : جب بھی پاک بھارت تعلقات میں بہتری کی توقع نظر آنے لگتی ہے کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جاتا ہے جس سے کشیدگی دوبارہ بڑھ جاتی ہے۔ آپ کے خیال میں پارلیمنٹ اور ممبئی حملوں کے بارے میں سابق افسر کا یہ انکشاف اسی سلسلے کی ایک کڑی تو نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے آپ کی یہ بات تاریخی طور پر کسی حد تک درست ہے کیونکہ ماضی میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ میرے نزدیک موجودہ واقعہ انسانی معاملہ نہیں بلکہ یہ خدائی معاملہ لگتا ہے۔ جھوٹ کا پول کھولنے میں قدرت نے جس طرح وقت کا انتخاب کیا وہ کسی انسان کی پلاننگ نہیں ہو سکتی۔ یعنی اس وقت جبکہ ہم رول ہو کر انڈیا کی طرف جا رہے تھے یہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا ہے، جس نے حکومت کو حقائق سے آنکھیں بند کر کے بھارت کی گود میں بیٹھنے سے پہلے سوچنے کا موقع دے دیا ہے۔ ہمارے ہاں وہ لوگ جو

بھارت کے سامنے بچھتے ہیں اور پاک بھارت دوستی کی پتنگیں بڑھانے اور امن کی آشا کا پروپیگنڈا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، انھیں اب سانپ سونگھ گیا ہے۔ امن کی آشا کا نعرہ لگانے والے میڈیا گروپ کو اب توفیق نہیں ہوئی کہ اس حوالے سے بھی کوئی پروگرام کرتا۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو بھارت کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ قائداعظم نے کیبنٹ کمیشن کو اگرچہ بامر مجبوری قبول کیا تھا اور بالکل صاف نیت سے اس کمیشن کو تسلیم کیا تھا لیکن اسے ماننے کا واضح مطلب قیام پاکستان کے مطالبے سے دستبرداری تھی۔ اس کمیشن کی رپورٹ میں تھا کہ دس سال تک ہندو اور مسلم اکٹھے رہیں، اس کے بعد علیحدگی کے آپشن پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس پر پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ دس سال بعد کون علیحدہ ہونے دیتا ہے۔ پاکستان کے حوالے سے ہندو کی بدنیتی کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اسی طرح ایک بار قائداعظم سے سوال کیا گیا کہ اگر پاکستان بن گیا تو بھارت اور پاکستان کے تعلقات کیسے ہوں گے؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ جیسے امریکا اور کینیڈا کے ہیں۔ اس واقعہ سے پاکستان اور اس کے رہنماؤں کی نیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک طرف مثبت سوچ ہے اور دوسری طرف منفی سوچ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اثاثہ جات کی تقسیم کے وقت انڈیا نے ہمارے اثاثوں پر ڈاکا ڈالا۔ 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم کی وفات کے دن حیدر آباد دکن پر حملہ کیا گیا۔ گویا بھارت نے کسی موقع پر پاکستان کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کیا۔

رضوان الرحمن : سوچنے کی بات ہے کہ ہر دفعہ بھارت کا فائدہ ہی کیوں ہوتا ہے۔ واٹر ایشو ہو، اثاثوں کی تقسیم کا معاملہ ہو، سرکریک ایشو اور سیاچین پر وہ ہٹ دھرمی چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔ کشمیر میں وہ اپنی فوج کم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ بھارت نے ہمیں کسی معاملے پر کوئی ریلیف نہیں دیا۔ آخر پاک انڈیا تجارت میں انڈیا اتنی دلچسپی کیوں لیتا ہے۔ ظاہر ہے اس میں بھی اس کا فائدہ ہے لیکن ہمارے کچھ لوگ پاکستانی مفادات سے ایسے دستبردار ہونے کو تیار ہیں گویا یہ ان کی ملکیت ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا ایوب خان جو 48-1947 میں باؤنڈری کمیشن میں ہماری نمائندگی کر رہا تھا وہ پاکستان کے بیشتر علاقوں سے دستبردار ہو گیا۔ اس پر قائداعظم نے کہا تھا کہ آئندہ اس شخص کو کوئی ذمہ داری نہ دی جائے۔ 1957ء میں وہ اقتدار پر قابض ہو گیا اور آج ہم اس کے گن گاتے ہیں۔ اپنے دورِ اقتدار میں ایوب خان مذاکرات کی میز پر شاستری کے ساتھ ایک بار بیٹھا تو شاستری اس سے بہت کچھ جیت کر لے گیا اور ہم ایوب خان کو ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ بھارت سے مذاکرات کرنے کے لیے ہمارے کون لوگ جاتے ہیں؟ ذہنی طور پر شکست خوردہ لوگوں کو ہم کیوں مذاکرات کی میز پر سب کچھ ہارنے کے لیے بھیجتے ہیں؟ ایوب خان نے ایران کو پاکستان کا ایک علاقہ تحفے میں دیا تھا۔ آپ کو جان کر حیرت ہوگی کہ ایران کا نان آئیل 87% معدنیات کا ریوینیو اس علاقے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا یہ پاکستان انہیں جہیز میں ملا ہے کہ وہ اس کو یوں بانٹتے پھریں۔

سوال : انڈین وزارتِ داخلہ کے سابق افسر کے سنسنی خیز انکشاف کے بعد کیا ہماری حکومت پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا ردّعمل قومی امنگوں کے عین مطابق ہے؟

رضوان الرحمن : ہمارے ہاں تو کسی کا ردّعمل آیا ہی نہیں۔ ہمارے میڈیا پر جو ایک لبرل طبقہ قابض ہو چکا ہے، وہ باقاعدہ کوے کی پوزیشن میں ہے۔ ان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ اس پر کیا ردّعمل دیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اجمل قصاب نامی کردار اس روئے زمین پر موجود ہی نہیں ہے۔ پاکستان اور بھارت میں جو معاملہ ہوتا ہے وہ لائیو دکھایا جاتا ہے۔ لیکن عدالت میں پیشی پر اس فرضی اجمل قصاب کی کوئی ویڈیو ہی نہیں ہے۔ اس کردار کا ٹرائیل جیل میں کیا گیا۔ جیل کے اندر اسے سرکاری وکیل فراہم کیا گیا تھا۔ جیل میں جو عدالت لگتی تھی اس کے سامنے بھی اُسے پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ اس واقعے میں ایک اور casualty بھی ہے جو ''گورو'' کی ہے، جس کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ حملے کا ماسٹر مائنڈ تھا۔ ''گورو'' انڈین فوج کا جاسوس تھا۔ وہ آخری وقت تک چیختا رہا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہوں۔ انڈین گورنمنٹ کا وفادار ہوں، مجھے کیوں پھانسی چڑھا رہے ہیں۔ اس کے بعد انڈین پولیس اور عدلیہ کو تو ڈوب مرنا چاہیے۔ ہمارے میڈیا کے لیے بھی ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اس فرضی واقعے کے پروپیگنڈا سے پاکستان کے 40 فی صد عوام کو نقصان پہنچا اور وہ غربت کی لکیر سے نیچے جا پہنچے ہیں۔ رحمان ملک تو انڈین وزیر لگتا تھا۔ پاکستان میں کوئی اپنی صفائی دینے والا نہ تھا۔ امریکہ نے بھی اس پروپیگنڈے میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ آج اس بیان کے بعد امریکہ اور ہیلری کلنٹن کی Credibility بھی متاثر ہوئی جنہوں نے اس معاملے میں بھارت کو سپورٹ کیا تھا۔ جبکہ ہمارے میڈیا کی تو گویا موت واقع ہو چکی ہے۔

سوال : حکومت پاکستان بھارت سے اہم معاملات پر مذاکرات کرنا چاہ رہی ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ انڈیا مجوزہ مذاکرات کو حافظ سعید صاحب کی حوالگی کے ساتھ مشروط کر رہا ہے۔ کیا ہماری حکومت ایسا کر گزرے گی؟

ایوب بیگ مرزا: گزشتہ دس سالوں میں ہماری حکومتوں کا انڈیا کے حوالے سے جو طرزِ عمل نظر آتا ہے اس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت اپنے آپ کو بھی بھارت کے حوالے کر سکتے ہیں۔

رضوان الرحمن : دیکھئے! کسی بھی مذاکرات کے ورکنگ پیپر کا پہلے تبادلہ ہوتا ہے کہ آپ کے کیا نکات ہیں اور ہمارے کیا نکات ہیں؟ پھر ان سے کچھ مشترکہ نکات نکالے جاتے ہیں۔ ان پیپرز میں انڈیا کی خواہشات کی فہرست بھی لمبی ہوتی ہے اور پاکستان کی خواہشات اور توقعات بھی طویل ہوتی ہیں۔ انڈیا حافظ سعید کی حوالگی کا مطالبہ کرتا ہے تو ہم ان کے کرنل کو مانگ لیتے ہیں۔ اس معاملے میں غیر ذمہ دارانہ رویے کا اظہار پاکستان کے میڈیا کی طرف سے ہوتا ہے۔ جب بھارت کے ورکنگ پیپرز یہاں آتے ہیں تو وہ فوراً اس کی خبر بنا کر چلا دیتے ہیں۔ ہمارا میڈیا یہ نہیں بتاتا کہ ہم نے کیا مانگا ہے۔ بھارت تو ہر مذاکرات میں حافظ سعید کا نام لکھتا ہے۔ انھیں ایک ایشو ملا ہوا ہے جسے وہ Exploit کرتے رہتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا : میں سمجھتا ہوں کہ پاک بھارت مذاکرات مذاق ہی بن کر رہ گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذاکرات میں صرف ان ایشوز پر بات کی جاتی ہے جن میں انڈیا کا انٹرسٹ ہوتا ہے۔ دوسرے ایشوز پر بات ہی نہیں کی جاتی۔ مثلاً کسی زمانے میں ہمیں بہلایا جاتا تھا کہ کشمیر پر ہم ضرور بات کریں گے لیکن پہلے آپ چھوٹی باتوں کو طے کر لیں۔ تجارت وغیرہ کی بات کر لیں۔ کشمیر کے حوالے سے یہ ایک بات سنتے ہوئے ہمیں 65 سال ہو گئے کہ ایسے فیصلے راتوں رات نہیں ہو سکتے۔ لیکن 65 سالوں میں وہ موقع ایک بار بھی نہیں آیا کہ اس حوالے سے کوئی بات ہوتی۔ پاکستان کے انٹرسٹ کی بات ہو تو بھارت تاخیری حربے استعمال کرتا رہتا ہے۔

رضوان الرحمن : ستم ظریفی تو یہ ہے کہ پاکستان امریکہ کے انتخابات میں بھی مدد کرتا ہے اور بھارت کے انتخابات میں بھی کرتا ہے۔ یعنی پاکستان یہاں سے کوئی ایسی خبر نشر کرتا ہے تو امریکہ کا صدر کامیاب ہوتا ہے۔ اب چونکہ انڈیا کے انتخابات قریب ہیں تو ان مذاکرات کے

حوالے سے پاکستان ان کی جھولی میں کوئی خبر ڈالے گا تو کانگریس کو کامیابی مل سکتی ہے۔ ہمارے ہاں انڈیا نواز لابی دراصل کانگریس کو انتخابات جتوانے کے لیے یہ گیم کھیل رہی ہے۔ ہم ان کے انتخابات میں یہ کردار ادا کرتے ہیں جبکہ ہمارے حصے میں رسوائی ہی آتی ہے اور بعد میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس برات میں ہماری حیثیت عبداللہ دیوانے سے زیادہ کچھ نہ تھی۔

سوال : سمجھوتا ایکسپریس پر ہونے والی دہشت گردی کی حقیقت کیا ہے؟

رضوان الرحمن: سمجھوتا ایکسپریس کا واقعہ تو اب پوری دنیا کے سامنے واضح ہو چکا ہے کہ لوگوں کو ٹرین سے باہر نکلنے نہیں دیا گیا تھا اور انہیں اندر زندہ جلا دیا گیا تھا۔ الزام پاکستان اور حافظ سعید پر دھر دیا گیا تھا۔ پاکستان کی ISI کو ملوث کیا گیا۔ دراصل اس واقعہ میں انڈیا کا انتہا پسند عنصر ملوث تھا۔ ہمارے ایک دوست جو ریسرچ کے حوالے سے سارک کے کوٹے میں بھارت گئے ہوئے ہیں ان سے میں نے پوچھا کہ اصل ایشو کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انڈیا کی مڈل کلاس جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی مڈل کلاس ہے جب سے وجود میں آئی ہے انڈین میڈیا نے اسے زبردستی ''ہندوتوا'' یعنی ہندو عظمت کا مریض بنا دیا ہے۔ اب وہ اس کے علاوہ کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ فوج عموماً مڈل یا لوئر مڈل کلاس کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان کی فوج میں بھی Hindu Superiority Complex بہت گہرائی تک سرایت کر گیا ہے۔ یہ انڈیا کا اصل بدنما اور گھناؤنا چہرہ ہے جس کو وہ خود بھی کور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارا بکا ہوا میڈیا بھارت کا اصل چہرہ دکھانے کی بجائے پاکستان میں بیٹھ کر یہی خدمت سرانجام دیتا ہے۔

سوال : سابق وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی نے روزنامہ خلیج کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ انڈیا افغانستان کے راستے بلوچستان میں مداخلت کر رہا ہے۔ کیا ہماری حکومت کو پاکستان میں انڈیا کی بے جا داخلت پر معاملہ عالمی فورم پر نہیں اُٹھانا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا : ہمارے پاس ریکارڈ پر ہے کہ اکبر بگٹی نے 1971ء میں (جب انڈیا نے مشرقی پاکستان میں مداخلت کی تھی) یہی بات کی تھی کہ انڈیا مشرقی پاکستان کی طرح بلوچستان کو الگ کرنے کی سازش کر رہا ہے۔ انڈیا نے جس طرح وہاں کے پاکستان مخالف گروپوں کی مدد کر کے بنگلہ دیش بنوایا اور پاکستانی فوج کے خلاف جھوٹی کہانیاں گھڑیں، ان کے حوالے سے آج جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انڈین فوج نے خود بہاریوں پر مظالم ڈھائے تھے اور الزام پاکستان پر لگایا تھا۔ بلوچستان میں تو بہت پہلے سے بھارت مداخلت کر رہا ہے۔ امریکا نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو انڈیا کے لیے بلوچستان تک رسائی آسان ہوگئی۔ لہٰذا اس نے افغانستان میں سترہ قونصل خانے کھول لیے۔ جس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ پاکستان کی خلاف سازشوں کو تیز کیا جائے۔ ان حالات میں ہماری حکومتوں نے وہ جوابی کارروائی نہیں کی جو انہیں کرنی چاہیے تھی۔ بلوچستان میں بھارتی سازشوں پر رحمان ملک جیسے آدمی نے بھی کہا تھا کہ ہمارے پاس بھارتی مداخلت کے ثبوت ہیں لیکن اس سے آگے بڑھ کر سابقہ حکومت نے اسے روکنے کے لیے کوئی قدم نہیں اُٹھایا تھا۔ موجودہ حکومت کا حال بھی کچھ مختلف نہیں۔ پاکستان کے موجودہ وزیراعظم نے ایک انڈین ٹی وی کو انٹرویو میں یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر ممبئی انڈین حملوں میں پاکستان کے کچھ لوگ ملوث رہے ہیں تو اس کی تحقیقات ہونی چاہئیں۔ نہ جانے ہمارے حکمران بھارت کی محبت میں کیوں گرفتار ہیں کہ ناکردہ گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھانے کو تیار رہتے ہیں۔ فرض کیجیے، اس طرح کی کوئی اعترافی بات پاکستانی افسر کی طرف سے آتی تو انڈیا کیسے ری ایکٹ کرتا۔ آپ خود سوچیں کہ انڈیا کتنا بڑا طوفان اُٹھا دیتا۔ ایبٹ آباد کمیشن رپورٹ پر بھارت نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس میں ہمارے اداروں کی سبکی ہوئی ہے، جبکہ ہمارے ہاں انڈین افسر کے اعتراف کے بعد ہمارے ہاں حکومتی ارکان، میڈیا اور دفتر خارجہ نے گویا منہ میں گھنگنیاں ڈال لی ہیں۔ دفتر خارجہ نے ایک بیان تک جاری کرنا مناسب نہ سمجھا۔ یہاں قبرستان جیسی خاموشی ہے گویا جرم انڈیا سے نہیں ہم سے سرزد ہوا ہے۔ یقینی طور پر اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ہمیں اپنے مفادات سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے، ہم صرف ذاتی مفادات یا اپنے اقتدار کو مقدم رکھتے ہیں۔ انڈیا نے ممبئی اور پارلیمنٹ حملوں کے ذریعے ہمارا کاروبار تباہ کیا۔ پاکستان کا امیج خراب کیا۔ ہماری بیرونی تجارت کو نقصان پہنچایا اور آج یہ انکشاف ہوا کہ یہ سب انڈین حکومت نے خود کروایا تھا تو پاکستانی حکومت خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ یہ انتہائی افسوس ناک اور مایوس کن صورتِ حال ہے۔ پاکستان کو چاہیے تھا کہ اس پر طوفان کھڑا کر دیتے۔ عالمی فورمز میں اس معاملے کو اُٹھاتے۔ اپنا امیج بہتر بنانے کے لیے دنیا کے دوسرے ممالک میں موجود پاکستانیوں سے کہا جاتا کہ انڈین سفارت خانوں کے باہر مظاہرہ کرو۔ پاکستان کے میڈیا پر کچھ دن کوئی اور بات نہ ہوتی صرف اس مسئلے کو اُجاگر کیا جاتا۔

رضوان الرحمن : اس حوالے سے سوشل میڈیا کا کردار قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اس ایشو کو اُجاگر کیا ہے، اور ہمارے میڈیا کو اس معاملے پر کارنر کر دیا ہے۔ انہی کی وجہ سے ہمارے میڈیا میں کچھ لوگوں نے اب بغاوت کی ہے اور وہ اس پر کام کر رہے ہیں۔ مبشر لقمان اور طلعت حسین نے اس معاملے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

سوال: پاکستان میں سیفما جیسے ادارے ہیں جو پاکستان اور بھارت کے درمیان اچھے تعلقات کے لیے کوشاں ہیں۔ مذہبی جماعتیں پڑوسیوں سے اچھے تعلقات کے کیوں خلاف ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : اس وقت تو پاکستان کا سارا میڈیا ہی سیفما بنا ہوا ہے۔ سیفما کے امتیاز عالم تو ممبئی حملوں کے بعد حنا جیلانی کو لے کر انڈیا گئے تھے اور وہاں جا کر انڈیا سے زیادہ زور دار انداز میں یہ بات کی تھی کہ انڈیا کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے اور واپس آ کر انہوں نے یہاں بتایا کہ ''انڈیا میں اس واقعے پر بہت غصہ پایا جاتا ہے۔ انڈیا زبردست ناراض ہے۔ ہماری طرف سے یہ جو کچھ ہوا ہے، ہمیں اس کا ادراک نہیں ہے کہ ہم نے کتنی بڑی فاش غلطی کی ہے۔'' وہ ساری پاکستانی قوم کو ڈرا رہے تھے۔ اب وہ لوگ کہاں ہیں؟

رضوان الرحمن : اسی طرح پاکستان کا میڈیا گزشتہ تین سالوں سے دہشت گردی اور طالبان کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ پاکستانی عوام کی اکثریت ان کے اس مؤقف سے اتفاق کرنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ ہمارے میڈیا والوں کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ آپ حالیہ ووٹ کا ٹرینڈ دیکھ لیں۔ ان دو پارٹیوں PML(N) اور PTI کو ووٹ ملا ہے جو طالبان کی حامی جماعتیں سمجھی جاتی ہیں۔ یہ میڈیا کی بہت بڑی ناکامی ہے کہ وہ بیرونی ایجنڈے پر کام کر رہا ہے اور کوئی اس کے جال میں پھنسنے کو تیار نہیں۔ میڈیا کو اپنے اس گھناؤنے کردار سے باز آ جانا چاہیے اور پاک بھارت تعلقات کے حوالے سے عوام کی صحیح رہنمائی کرنی چاہیے۔

☆☆☆

شیخ سعدی شیرازیؒ

فرقان دانش

ابتدائی حالات

شیخ سعدی کا نام شرف الدین ، مصلح لقب اور سعدی تخلص تھا۔ والد کا نام مصلح الدین تھا۔ دادا کا نام عبداللہ تھا۔ شیخ صاحب 589ھ (مطابق 1333ء) میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ یہ زمانہ ارغون خان بن آباقان خان بن ہلاکو خان بن چنگیز خان کا تھا۔ آپ کے بزرگ ماہران شریعت اور عالمان دین تھے۔ آپ کے والد بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ ابھی شیخ صاحب چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد رحلت فرما گئے۔ خاندان کے بزرگ سعد بن زنگی نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا ذمہ لیا۔ اسی نسبت سے آپ نے اپنا تخلص سعدی رکھا۔ شیراز میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے بغداد بھیج دیا گیا۔ یہاں پر آپ نے مشہور درسگاہ نظامیہ میں علم حاصل کیا اور پھر باطنی علوم کے حصول میں مشغول ہو گئے۔ یہاں پر وہ علامہ ابن جوزی (ابوالفرج ابن جوزی) اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے مستفیض ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب جگہ جگہ مسلمانوں کے مدارس موجود تھے جہاں طالب علم دور دور سے آتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ہرات، نیشا پور، اصفہان، بغداد، بصرہ، مصر، شام اور عراق میں جگہ جگہ مدارس موجود تھے، مگر مدرسہ نظامیہ بغداد کو سب سے زیادہ شہرت حاصل تھی۔ اس کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی عالم یہاں سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوتا اس کی قابلیت اور علم میں کوئی شبہ نہ کر سکتا تھا۔ بہت بڑے بڑے علماء اس مدرسے نے پیدا کیے ان میں چند شہرۂ آفاق علماء کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت امام ابوحامد ابوغزالی رحمۃ اللہ علیہ۔
2۔ حضرت عبدالقادر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔
3۔ استاد ابوحامد عماد الدین موصلی رحمۃ اللہ علیہ۔

شریعت اور تصوف کا علم شیخ شہاب الدین نے دیا۔ شیخ صاحب کے ہم وطن شیخ ابواسحاق شیرازی اس مدرسے میں مدرس تھے۔ انہوں نے آپ کو اس مدرسے میں آنے کی ترغیب دی۔ اور یوں بھی شیخ اسحاق شیرازی کی موجودگی کے باعث اہل شیراز کو اس مدرسے سے خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ شیخ صاحب نے مدرسہ نظامیہ میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اور آپ کے گذارے کے لیے کچھ الاؤنس بھی مقرر کر دیا گیا۔

سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو کم سنی ہی سے عبادت میں مشغول رہنے اور یادالٰہی میں کھوئے رہنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کو درویشی اور فقیری سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ نے حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان ہی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ مرتبہ پاپیادہ حج کیے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کی شان وشوکت اور جاہ وجلال دیکھا اور پھر ہلاکو خان کے خاندان کے ہاتھوں اس علاقے کی تباہ کاریوں کے اثرات بھی دیکھے۔ اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ خلیفہ معتصم باللہ کا مرثیہ لکھا۔

سیر وسیاحت

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے دور دراز علاقوں کے سفر بھی کیے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن بطوطہ کے بعد مشرقی سیاحوں میں سعدی رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے مشرقی سیاح ہیں۔ انہوں نے مشرق میں خراسان، ترکستان اور تاتار کا سفر کیا۔ بلخ کاشغر میں بھی کچھ عرصہ سکونت اختیار کی۔ جنوب میں سومنات (ہندوستان کا وہ علاقہ جہاں محمود غزنوی نے سومنات کے مندر میں بت توڑے تھے) کا سفر بھی کیا۔ شمال مغرب میں عراق، آزربائی جان، عرب، شام، فلسطین، ایشیائے کوچک، اصفہان، تبریز، بصرہ، کوفہ، بیت المقدس اور دمشق کی تہذیب وتمدن اور علم کو پڑھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بحری سفر بھی کیے مثلاً خلیج فارس، بحر عمان، بحر ہند، بحر عرب، بحر قلزم اور بحر روم کی سیروسیاحت سے بھی لطف اندوز ہوئے۔ ان تمام علاقوں کے سفر کرنے کے بعد آپ نے اپنے تجربات و مشاہدات کو اس طرح بیان کیا کہ وہ واقعات دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہیں۔

آپ نے زندگی کے تیس سال سیر وسفر میں گزارے۔ آپ نے ایشیائے کوچک، بربر، حبش، مصر، شام، فلسطین، عراق، رودبار، دیلم، ہندوستان، کاشغر، بصرہ، بغداد سے آگے سدّ سکندری تک سفر اختیار کیا۔ ایک بار آپ نے سومنات سے آکر مغربی ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں سے بحر ہند اور بحر عرب کے راستے حجاز اور یمن تشریف لے گئے۔ اصفہان، تبریز، بصرہ، کوفہ، بیت المقدس، واسطہ المشرق، طرابلس، دمشق دیار بکر اور روم کے شہروں میں آپ کافی مدت تک محوِ سفر رہے۔

ایک دفعہ آپ اہل دمشق سے ناراض ہو گئے اور فلسطین کے جنگلوں میں رہنے لگے۔ آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اچانک آپ عیسائیوں کے قابو آ گئے اور انہوں نے آپ کو قید کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب المشرق میں مضبوطی شہر کی خاطر خندق بن رہی تھی اور عیسائی اُن یہودی قیدیوں سے جو ہنگری وغیرہ سے گرفتار کر کے لائے گئے تھے وہاں مشقت کا کام لے رہے تھے۔ شیخ صاحب کو بھی ان یہودیوں کے ہمراہ قید میں کام پر لگا دیا گیا۔ بہت عرصہ گزر گیا اور ایک بار حلب کا ایک معزز شخص جو شیخ صاحب سے واقف تھا...... ادھر سے گزرا، اس نے آپ کو دیکھا تو پوچھا بھائی یہ کیا ہے؟ آپ پر کیا گزری۔ آپ نے دردناک شعر پڑھے اور فرمایا: ''یہ خدا کا غضب ہے جو اپنوں سے بھاگا تھا، دوسروں کی قید میں گرفتار ہے''۔ اس کو شیخ صاحب پر بے حد رحم آیا۔ اس نے دس دینار کے عوض آپ کو رہا کروا لیا اور اپنے ساتھ حلب لے آیا اور وہاں آ کر اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مگر بیوی بد دماغ، زبان دراز اور گستاخ تھی......

ایک روز اس نے طعنہ دیا، تم وہی تو ہو جسے میرے والد دس دینار میں خرید کر لائے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں وہی ہوں تیرے باپ نے دوسروں سے مجھے دس دینار میں خریدا تھا اور مجھ سے سو دینار لے کر تجھے فروخت کر دیا''۔

تصنیف وتالیف

شیخ صاحب نے بوستان 655ھ (بمطابق 1257ء) میں لکھی۔ اس کتاب میں اخلاقی موضوعات پر نظمیں ہیں۔ اس کتاب کی عظمت پند ونصیحت، زہد وریا، اخلاق وآداب، عشق ومحبت، ظرافت ومزاح اور لاثانی حکایات ہیں۔ اس کتاب کا اصل نام سعدی نامہ ہے۔ اس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں اور دس ابواب اور ایک دیباچہ اس کی زینت ہیں۔ فارسی ادب میں چار فن پارے ایسے ہیں کہ جن کے بغیر فارسی ادب دم توڑ سکتا ہے۔

(باقی صفحہ 7 پر)

حلقہ کراچی شمالی کے تحت ''فیملی اجتماع'' کے دوران بچوں کے لئے علیحدہ تربیتی نشست

حلقہ کراچی شمالی کا سہ ماہی ''فیملی اجتماع'' بروز اتوار 9 جون 2013ء قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں منعقد ہوا جس میں پہلی مرتبہ بچوں کے لیے علیحدہ خصوصی پروگرام تشکیل دیا گیا۔ 8 سے 16 سال کی عمر کے لڑکوں کے پروگرام کے انعقاد کی ذمہ داری چند نوجوان رفقاء پر لگائی گئی۔ اسامہ علی کو اس کمیٹی کی سربراہی کے لئے منتخب کیا گیا۔ ''فیملی اجتماع'' قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کے ایوانِ خدام القرآن ہال میں منعقد ہوا جبکہ 8 سے 16 سال کی عمر تک کے لڑکوں کو قرآن فہمی کورس سال اول کی کلاس میں مدعو کیا گیا۔ صبح سوا نو بجے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے راقم نے بچوں کو قرآن مجید کی تلاوت کے لئے اسٹیج پر دعوت دی۔ دو بچوں نے باری باری آکر نہایت خوبصورت آواز میں تلاوت کی، جس کے بعد ایک مختصر تلاوت ملٹی میڈیا پر سنوائی گئی۔ ساڑھے نو بجے راقم نے رمضان کے متعلق احادیث پر ایک درس دیا، جس میں بچوں کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لئے ان سے بھی اس موضوع پر سوالات کئے گئے۔ نو بج کر پچاس منٹ پر جناب فائق پاشا نے بچوں سے کھانے پینے کے آداب کے متعلق دریافت کیا اور مسنون طریقے کی یاد دہانی کروائی۔ اگرچہ حضرات وخواتین کے پروگرام میں کچھ غیر متوقع طور پر وقفہ میں آدھے گھنٹے کی تاخیر ہوئی، بچوں کے منتشر ہونے کے باوجود انہیں نئے اوقات کی اطلاع بآسانی پہنچادی گئی۔ وقفہ کے بعد پونے گیارہ بجے جناب کفیل احمد نے انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کے احباب ومحسنین کے قائم کردہ ادارے ''علم فاؤنڈیشن'' کی جانب سے رمضان المبارک کے متعلق شائع کردہ ایک کتابچے کا مطالعہ کروایا جس میں رمضان کے احکامات، فضائل، اور دعائیں نہایت خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ اس ادارے کی سربراہی جناب شجاع الدین شیخ ہی کر رہے ہیں۔ سوا گیارہ بجے جناب اسامہ علی نے کچھ سبق آموز ویڈیوز دکھائیں جن میں روزے کے آداب کی تعلیم وترغیب دی گئی۔ اس کے بعد ایک کوئز کا انعقاد کیا گیا جس میں سیرت النبیؐ، رمضان، قرآن اور صحابہؓ کے متعلق سوالات شامل تھے۔ اس کوئز کے لیے بچوں کو چار گروپس میں تقسیم کیا گیا اور انہیں نظم وضبط کی پابندی اور مشورے کی تلقین کی گئی۔ تمام بچوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور باہمی تعاون کی عمدہ مثالیں دیکھی گئیں۔ مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے والے گروپ کے تمام بچوں کو سیرت النبیؐ کی ایک ایک کتاب تحفۃً دی گئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے پروگرام بخوبی منعقد ہوا اور رفقاء کے بچوں نے گرم جوشی سے اس میں حصہ لیا۔ توقع ہے کہ آئندہ فیملی اجتماع میں دیگر رفقاء بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ شریک ہوسکیں گے۔ منتظمین کی جانب سے یہ تجویز سامنے آئی کہ اگلے پروگرام کے لئے بچوں کی حاضری میں اضافہ کیا جائے، جس کے لیے رفقاء کو آمادہ کیا جائے کہ وہ انہیں اپنے ہمراہ پروگرام میں لائیں۔ یہ ارادہ بھی ہے کہ کوئز کو Power Point کی ایک Presentation کی صورت میں تیار کرلیا جائے۔ (رپورٹ: عمران چھاپڑا)

مرکز حلقہ گوجرانوالہ میں ایک روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی پروگرام کا انعقاد 15 جون 2013ء کو مرکز حلقہ گوجرانوالہ میں کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد حافظ علی جنید نے سورۃ الکہف کی آیات 32 تا 36 کا درس دیا۔ درس کے بعد حافظ زین العابدین نے سیرت صحابہؓ پر گفتگو کی۔ اُن کی گفتگو اور چائے کے وقفہ کے بعد ''نماز: دین کا ستون'' پر مذاکرہ ہوا۔ مذاکرہ کی ذمہ داری حافظ عاصم کو سونپی گئی تھی۔ انہوں نے نماز کے معنی مفہوم پر روشنی ڈالی اور اس کی اہمیت وفضیلت بیان کی۔ راقم نے ''ایمان اور حیا'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ایمان اور حیا اور دونوں کے باہمی تعلق کی وضاحت کی۔ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' دین اسلام کا ایک اہم گوشہ ہے۔ اس موضوع پر قاری منیر احمد نے قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد کرنل (ر) عاشق حسین نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پر گفتگو کرتے ہوئے رفقاء کو ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کرنے کی تلقین کی۔ اس پروگرام میں الحمدللہ 120 رفقاء شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول ومنظور فرمائے۔ (مرتب: خادم حسین، ناظم دعوت وتربیت حلقہ گوجرانوالہ)

چارسدہ میں دوروزہ دعوتی وتربیتی پروگرام

چارسدہ ضلع پشاور کا قریبی ہمسایہ ضلع ہے اور سیاسی لحاظ سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، لیکن بوجوہ اس ضلع میں ہمارا نظم تشکیل نہ پاسکا۔ تاہم کچھ منفرد رفقاء موجود ہیں۔ ان رفقاء میں سب سے سینئر رفیق قاری محمد اسمٰعیل ہیں جو چارسدہ سے 10 کلومیٹر دور تخت بھائی روڈ پر خانمائی میں رہائش پذیر ہیں۔ موصوف حفظ وتجوید کے بعد دارالعلوم تفہیم القرآن مردان سے سند فراغت حاصل کرچکے ہیں۔ شیخ القرآن والحدیث مولانا گوہر رحمٰن رحمہ اللہ کے شاگرد رہے ہیں۔ 2005ء میں تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ ایک عرصے سے اپنے علاقے میں پیغام قرآنی کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ روزانہ بعد نماز عشاء سلسلہ وار درس قرآن دیتے ہیں۔ 16 جون 2013ء سہ ماہی اجتماع میں ان کے ساتھ دوروزہ دعوتی پروگرام طے پایا، تاکہ اس علاقے میں تنظیم کی دعوت کو وسعت دی جاسکے۔ پروگرام کے مطابق 22 جون کو تنظیم اسلامی پشاور شہر کے ناظم دعوت وارث خان کے ہمراہ رفقاء تنظیم نے خانمائی میں دوروزہ لگایا، جس میں تین مبتدی اور چھ ملتزم رفقاء نے شرکت کی۔ اس دوروزے کے دوران رفیق تنظیم قاری اسمٰعیل نے علاقے کی پانچ بڑی مساجد میں دعوتی پروگرام کروائے۔ ان پروگراموں میں اوسطاً 60 افراد نے شرکت کی۔ ہفتہ 22 جون کو خصوصی دعوت پر ڈاکٹر حافظ محمد مقصود بھی مردان سے تشریف لائے، اور بعد نماز عصر قرآن مجید کے حقوق پر گفتگو کی، جسے مقامی لوگوں کی کثیر تعداد نے سنا اور بہت سراہا۔ اس دوروزہ پروگرام میں ناظم دعوت وارث خان نے پانچ مختلف مساجد میں فرائض دینی کا جامع تصور، قرآن مجید کے حقوق، قرآن اور ہماری ذمہ داریاں کے موضوعات پر بیان کیا۔ دوروزہ پروگرام کے تربیتی سیشن میں رفقاء کی فکری وعملی تربیت کے حوالے سے ''رسولؐ انقلاب کا طریقۂ انقلاب'' کا مذاکرہ کیا گیا اور ہر نماز کے بعد فرداً فرداً ہر رفیق نے مختصراً حدیث نبوی ﷺ کا 3 سے 5 منٹ تک درس دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی وجہد کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: عمران علی اعوان)

ڈیرہ غازی خان میں امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا درس قرآن

تنظیم اسلامی (حلقہ جنوبی پنجاب) کے تحت ضلع ڈیرہ غازی خان میں ماہانہ درس قرآن باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔ گزشتہ ماہ اِس درس کے سلسلے میں ڈیرہ کے رفیق تنظیم علی عمران نے امیر حلقہ ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کو ڈیرہ مدعو کیا۔ امیر حلقہ شیخ انعام الحق اور راقم الحروف کے ساتھ 29 جون سہپہر 3 بجے ملتان سے ڈی جی خان روانہ ہوئے اور 5 بجے ڈیرہ پہنچ گئے۔ رفیق تنظیم رضوان اصغر کے گھر پر قیام کیا۔ نماز عصر کے بعد اُن کی شرکت علمیہ کے دو نوجوان علماء دین سے ملاقات ہوئی۔ امیر حلقہ نے اس ملاقات میں علماء کرام سے ربط وتعلق کی تنظیمی پالیسی کی وضاحت کی، نیز ''رسولؐ انقلاب کا طریقہ انقلاب'' پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ اِس دوران میں علماء کرام کو بانی تنظیم اسلامی کی دو کتابیں ''رسول انقلابؐ کا طریق انقلاب'' اور ''جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی'' بھی تحفۃً پیش کی گئیں۔ نماز مغرب کے بعد جامع مسجد صدیقہ 15 بلاک میں امیر حلقہ نے عظمتِ صوم اور استقبال رمضان پر تفصیلی خطاب کیا۔ شرکاء نے ہمہ تن گوش ہوکر یہ خطاب سنا۔ محفل درس میں تقریباً 70 افراد نے شرکت کی۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد ایک حبیب جمیل احمد نے مہمانوں کو اپنے ہوٹل میں کھانا کھلایا۔ سوا دس بجے امیر حلقہ مدرسہ تعلیم القرآن میں تشریف لے گئے، جہاں مولانا منیر راج سے آدھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ گیارہ بجے ملتان کے لئے روانگی ہوئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اِن کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: شوکت حسین انصاری)

WHERE IS MORSI, WHY ALL THE KILLINGS?

What is the Pentagon secretly telling Egypt's military?

President Obama is refusing to call it a coup, declaring that America will not take sides in Egypt; meanwhile all the authorized pundits are crawling all over CNN, BBC, the Washington Post, Charlie Rose, the New York Times, feeding us the 'official version' of events.

Extreme violence is being used against Morsi supporters who are protesting the deposition of Egypt's first democratically elected president. Upward of 60 Morsi supporters were killed by government forces in Cairo.

Consider this: we all know that America has a lot invested in the future of the Middle East, as US armies pull the strings in the fate of ... Egypt, Iraq, Iran, Syria, Yemen, and of course, Israel and Palestine. With all this and more can we really believe Obama's official statement that he is taking a neutral position in Egypt?

What secret diplomatic signals are really being sent between the White House and No.10 Downing --- between the Pentagon and Egypt's military --- between the CIA and Mossad? What hidden plans do they really have for the future of Egypt and the Middle East? What is the U.S. military intelligence industrial complex really doing in our name?

In a recent press conference, Obama said: "Egyptian people have made clear that President Morsi's Muslim Brotherhood government has threatened the pluralistic democracy." One possibility is that the Pentagon is conspiring with Egypt's military to ensure that a Muslim party won't rule for long in newly-democratic Egypt. Why else is Morsi and his whole team arrested, hidden away, forbidden to talk to their lawyers and families. Why else has the today ordered the arrest of the Brotherhood leader Mohamed Badie?

But this is just conjecture. More than ever it is clear that the official statements do not mean much --- that the mainstream media, the press conferences, the pundits, even half the journalists we depended on are regurgitating the official story put out by the White House. While we're kept busy upgrading our iPhones and struggling to get ahead, the 'international powers' call the geopolitical shots, trigger the drone strikes, rush in covert policies, launch wars in foreign countries and micromanage the fate and future of entire regions --- while we are kept in the dark.

"[US Defense Secretary] Chuck Hagel and [US Chief of Staff General] Martin Dempsey were walking a fine line --- expressing concern while attempting to ***avoid the impression that the U.S. was manipulating events behind the scenes.****" (Military.com, July 3, 2013)*

While the Armed Forces have cracked down on the Muslim Brotherhood, the Coup d'Etat is ultimately intended to manipulate the protest movement and prevent the accession of a "real people's government". The overthrow of President Mohamed Morsi by the Egyptian Armed forces was not carried out against US interests; it was instigated to ensure "continuity" on behalf of Washington.

The Role of the Armed Forces: "Green Light" from the Pentagon?

The media has portrayed the Egyptian armed forces as broadly "supportive" of the protest movement, without addressing the close relationship between the leaders behind the military coup and their US counterparts.

The fact that segments of the mass movement called for the armed forces to play a "supportive role", is an obvious ploy:

> "This is the message that the armed forces received from all over urban Egypt, its cities, and its villages; it (the

military) recognized the invitation, understood its intentions, appreciated its necessity and got closer to the national scene hoping, willing and abiding by all limits of duty, responsibility and honesty."

Known and documented, the mass movement has been infiltrated. Sectors of the opposition to the Muslim Brotherhood government are supported by the National Endowment for Democracy (NED) and Freedom House. The Kifaya civil society movement is supported by the US based International Center for Non-Violent Conflict.

The objective of the military takeover is to ensure that the downfall of the Muslim Brotherhood government does not result in a political transition which undermines US control over the Egyptian State and military. Let us be under no illusions. While there are important divisions within the military, Egypt's top brass ultimately take their orders from the Pentagon.

Defense Minister General Abdul Fatah Al-Sisi, who instigated the Coup d'Etat directed against President Morsi is a graduate of the US War College, Carlisle, Pennsylvania. General Al Sisi was in permanent liaison by telephone with US Defense Secretary Chuck Hagel from the very outset of the protest movement. Press reports confirm that he consulted him several times in the days leading up to the Coup d'Etat. It is highly unlikely that General Al Sisi would have acted without a 'green light" from the Pentagon.

In turn General Martin Dempsey, chairman of the US Joint Chiefs of Staff, was in permanent contact with his counterpart General Sedki Sobhi, chief of staff of Egypt's Supreme Council of the Armed Forces (SCAF). Pentagon officials declined to give specifics on the conversations between Hagel and al-Sisi, but chief Pentagon spokesman George Little said that:

"US officials at all levels [of the military] have made it clear that we support the democratic process in Egypt and that we hope that this period of tension can be resolved in a peaceful manner and that violence can be avoided."

According to Military.com, Hagel and Dempsey "were walking a fine line" … "expressing concern while **attempting to avoid the impression that the U.S. was manipulating events behind the scenes."**

Egypt is the largest recipient of US military aid after Israel. The Egyptian military is controlled by the Pentagon.

[*Compiled by: Muhammad Raza ul Haq*]

ضرورت رشتہ

☆ لڑکی عمر 20 سال، تعلیم بی اے، پابند صوم وصلوٰۃ کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0313-4752841 - 042-35220213

☆ جہلم میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، پابند صوم وصلوٰۃ کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0334-5965797

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، قد 5.1، تعلیم بی ایس سی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ سنجیدہ افراد رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0321-4606682

☆ کراچی میں رہائش پذیر سندھی فیملی کو اپنی دو بیٹیوں رفیقات تنظیم اسلامی ایک کی عمر 21 سال قد 5.2، تعلیم حفظ القرآن، انڈر بی اے فائنل ایک سالہ شارٹ قرآن فہمی کورس۔

دوسری کی عمر 19 سال، قد 5.1، تعلیم انڈر بی کام کے لیے پختہ دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔ سنجیدہ اور مستقل مزاج افراد رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-2853104

☆ لڑکی، عمر 21 سال، غفاری برادری سے تعلق، تعلیم بی اے اور تجوید کا کورس کر رکھا ہے جبکہ ترجمہ قرآن مجید جاری ہے، کے لیے نیک دین دار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0300-6737873

دعائے مغفرت کی اپیل

تنظیم اسلامی پشاور غربی کے رفیق امتیاز علی کے والد صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء واحباب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا